لجنہ اماء اللہ کینیڈا

النساء

مذہبی، علمی و ادبی مجلّہ
جلد# 26 ۔ جنوری تا اپریل 2014ء
شمارہ نمبر 1

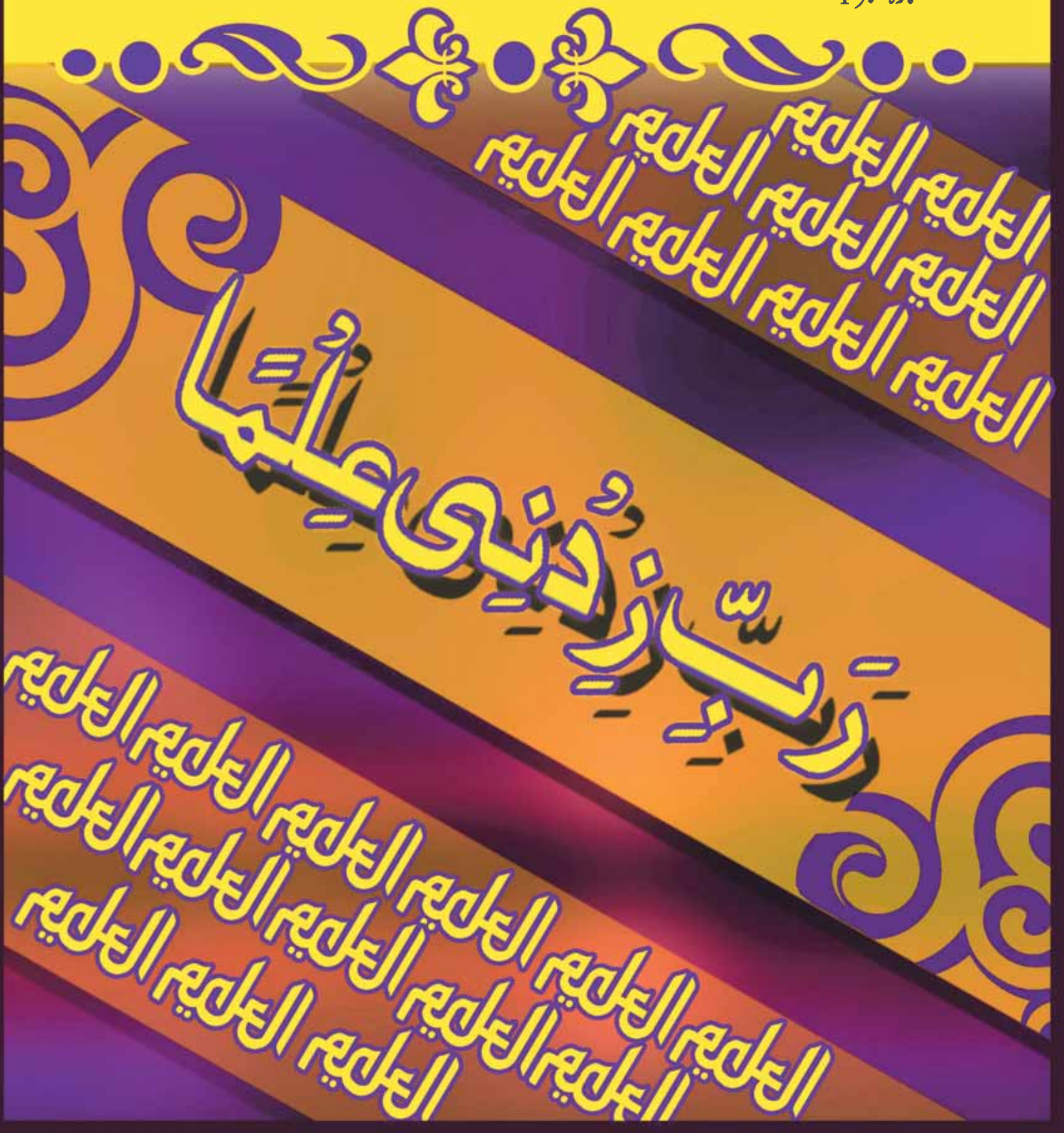

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ و السلام فرماتے ہیں:

”اس سلسلہ کو قائم کرنے کے وقت مجھے فرمایا کہ زمین میں طوفانِ ضلالت برپا ہے تو اس طوفان کے وقت میں یہ کشتی تیار کر۔ جو شخص اس کشتی میں سوار ہو گا وہ غرق ہونے سے نجات پا جائے گا اور جو انکار میں رہے گا اس کے لئے موت درپیش ہے۔

اور فرمایا کہ

” جو شخص تیرے ہاتھ میں ہاتھ دے گا اُس نے تیرے ہاتھ میں نہیں بلکہ خدا تعالیٰ کے ہاتھ میں ہاتھ دیا۔“

(فتح اسلام-رُوحانی خزائن جلد 3 صفحہ 25-26)

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ
نَحۡمَدُہٗ وَنُصَلِّیۡ عَلٰی رَسُوۡلِہِ الۡکَرِیۡمِ وَعَلٰی عَبۡدِہِ الۡمَسِیۡحِ الۡمَوۡعُوۡدِ

لجنہ اماء اللہ کینیڈا

النساء

مذہبی، علمی و ادبی مجلّہ

جلد# 26 ۔ جنوری تا اپریل 2014ء شمارہ نمبر 1

اس شمارہ میں

1 کلامِ الٰہی، کلامِ رسول ﷺ، کلامِ امام الزماں علیہ السلام
2 اداریہ
3 خطبہ جمعہ حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرمودہ 31 جنوری 2014
9 آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حکمت و دانائی
10 حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا عشقِ رسول ﷺ
11 حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی علمی خدمات
12 پیشگوئی مصلح موعود اور اُس کا حقیقی مصداق
14 علم و حکمت کے عطر سے معطر شہزادہ
15 نظم۔ تُو ملے تو جی اُٹھوں
16 وہ اپنے مسیحی نفس اور روح الحق کی برکت سے بہتوں کو بیماریوں سے صاف کرے گا
17 سورہ ھود میں مغضوب قوموں کا ذکر
19 طَلَبُ الْعِلْمِ فَرِیْضَۃٌ عَلٰی کُلِّ مُسْلِمٍ وَمُسْلِمَۃٍ
20 قربانی / نعمت کا زیاں یا بہترین استعمال؟؟
21 ہم حاضرِ خدمت ہیں
22 فیشن پرستی۔ قسط دوم
23 ہنسی علاج الامراض ہے / اعلاناتِ دُعا
24 غیر ممکن کو یہ ممکن میں بدل دیتی ہے۔۔۔
25 نظم۔ پہچان اپنے آپ کو
26 النساء کے نام۔۔۔ / نظم۔ قرآن کریم / قرأۃ العین
27 رپورٹس
28 ایک احمدی ڈاکٹر کا اعزاز / آج کی عورت / شگفتہ شگفتہ
29 تتلی

نگرانِ اعلیٰ
مکرم و محترم ملک لال خان صاحب
امیر جماعت احمدیہ کینیڈا

زیر نگرانی
مکرمہ و محترمہ امتہ النور داؤد صاحبہ
صدر لجنہ اماء اللہ کینیڈا

سیکرٹری اشاعت
ڈاکٹر امتہ القدوس فرحت صاحبہ

مدیرہ
فرزانہ سنوری صاحبہ

نائبہ مدیرہ
شکیلہ طاہر صاحبہ

پروف ریڈرز
امتہ الرفیق ظفر صاحبہ، طاہرہ نسیم صاحبہ، عنبرین منظور صاحبہ

کمپوزنگ
طاہرہ نسیم صاحبہ، تحمیدہ ولی صاحبہ، ناصرہ نسیم صاحبہ، لبنیٰ عابد صاحبہ، مہوش چوہدری صاحبہ، رضوانہ سلمیٰ صاحبہ، وجیہہ قیوم صاحبہ

لے آؤٹ ڈیزائنر
فرزانہ سنوری صاحبہ

گرافک ڈیزائنر
وردہ ناصر صاحبہ، سلویٰ مجوکہ صاحبہ، شمائل امیر صاحبہ

سرِورق
وردہ ناصر صاحبہ

مینجر
مبشرہ احمد صاحبہ

پبلشر
جیمنگ گرافکس

کلامِ الٰہی

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ۞

وَیَرَی الَّذِیۡنَ اُوۡتُوا الۡعِلۡمَ الَّذِیۡۤ اُنۡزِلَ اِلَیۡکَ مِنۡ رَّبِّکَ ۙ ہُوَ الۡحَقَّ ۙ وَیَہۡدِیۡۤ اِلٰی صِرَاطِ الۡعَزِیۡزِ الۡحَمِیۡدِ ۞

(سورہ سبا۔7)

شروع اللہ کے نام کے ساتھ جو بہت مہربان اور بار بار رحم کرنے والا ہے۔

اور وہ لوگ جنہیں علم عطا کیا گیا ہے وہ دیکھ لیں گے کہ جو کچھ تیری طرف تیرے ربّ کی طرف سے اتارا گیا ہے وہی حق ہے اور وہ کامل غلبہ والے، صاحبِ تعریف (اللہ) کے رستے کی طرف راہنمائی کرتا ہے۔

کلامِ رسول ﷺ

عَنۡ اَبِیۡ اُمَامَۃَ الۡبَاہِلِیِّ قَالَ ذُکِرَ لِرَسُوۡلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَسَلَّمَ رَجُلَانِ اَحَدُھُمَا عَابِدٌ وَالۡاٰخَرُ عَالِمٌ فَقَالَ رَسُوۡلُ اللّٰہِ فَضۡلُ الۡعَالِمِ عَلَی الۡعَابِدِ کَفَضۡلِیۡ عَلٰی اَدۡنَاکُمۡ ۔ ثُمَّ قَالَ رَسُوۡلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰہَ وَمَلَائِکَتَہٗ وَاَھۡلَ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرَاضِیۡنَ حَتَّی النَّمۡلَۃَ فِیۡ جُحۡرِھَا وَحَتَّی الۡحُوۡتَ لَیُصَلُّوۡنَ عَلٰی مُعَلِّمِ النَّاسِ الۡخَیۡرَ۔ (ترمذی کتاب العلم باب فضل الفقہ علی العبادۃ)

حضرت ابو امامہ باھلیؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور دو آدمیوں کا ذکر کیا گیا۔ اُن میں سے ایک عابد تھا اور دوسرا عالِم۔ اس پر حضورؐ نے فرمایا۔ عالِم کی فضیلت عابد پر ایسی ہے جیسی میری فضیلت تم میں سے ایک معمولی آدمی پر ہے۔ یعنی دونوں میں بہت بڑا فرق ہے۔ پھر حضورؐ نے فرمایا۔ اللہ اور اُسکے فرشتے آسمانوں میں رہنے والے اور زمین میں رہنے والے، یہاں تک کہ چیونٹی جو بِل میں ہے اور مچھلی جو پانی میں ہے یہ سب دعائیں مانگتے ہیں اس شخص کے لیئے جو لوگوں کو بھلائی کی تعلیم دیتا ہے۔

کلامِ امام الزماں علیہ السلام

جس کو خدا تعالیٰ چاہتا ہے حکمت عطا فرماتا ہے اور جس کو حکمت دی گئی اس کو خیرِ کثیر دی گئی۔ حکمت سے مُراد علم عظمت ذات وصفاتِ باری ہے اور خیرِ کثیر سے مراد اسلام ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ جلشانہٗ قرآن کریم میں فرماتا ہے۔ ھُوَ خَیۡرٌ مِّمَّا یَجۡمَعُوۡنَ (یونس-59)۔ پھر ایک دوسری آیت میں فرماتا ہے۔ قُلۡ رَّبِّ زِدۡنِیۡ عِلۡمًا (طٰہٰ-115)۔ یعنی اے میرے رب تو اپنی عظمت اور معرفت شیون اور صفات کا علم کامل بخش اور پھر دوسری جگہ فرمایا وَاُمِرۡتُ لِاَنۡ اَکُوۡنَ اَوَّلَ الۡمُسۡلِمِیۡنَ (الانعام-164)۔ ان دونوں آیتوں کے ملانے سے معلوم ہوا کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم جو اوّل المسلمین ٹھہرے تو اس کا یہی باعث ہوا کہ اوروں کی نسبت علوم معرفت الٰہی میں اعلم ہیں یعنی علم اُن کا معارفِ الٰہیہ کے بارے میں سب سے بڑھ کر ہے۔ اس لئے اُن کا اسلام بھی سب سے اعلیٰ ہے اور وہ اول المسلمین ہیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس زیادتِ علم کی طرف اس دوسری آیت میں بھی اشارہ ہے جیسا کہ اللہ جلشانہٗ فرماتا ہے وَعَلَّمَکَ مَا لَمۡ تَکُنۡ تَعۡلَمُ ۟ وَکَانَ فَضۡلُ اللّٰہِ عَلَیۡکَ عَظِیۡمًا (النساء-114)۔ یعنی خدا تعالیٰ نے تجھ کو وہ علوم عطا کئے جو تو خود بخود نہیں جان سکتا تھا اور فضلِ الٰہی سے فیضانِ الٰہی سب سے زیادہ تیرے پر ہوا۔ یعنی تُو معارفِ الٰہیہ اور اسرار اور علومِ ربّانی میں سب سے بڑھ گیا اور خدا تعالیٰ نے اپنی معرفت کے عطر کے ساتھ سب سے زیادہ تجھے معطر کیا غرض علم اور معرفت کو خدا تعالیٰ نے حقیقتِ اسلامیہ کے حصول کا ذریعہ ٹھہرایا ہے۔

(آئینہ کمالاتِ اسلام، روحانی خزائن، جلد 5 صفحہ 186-187)

اداریہ

علم و حکمت خدائے ذوالجلال کا بہترین تحفہ ہے۔ جو اُس نے اپنی اشرف المخلوقات صنف کو بخشا پھر اپنے اکمل ترین بندے اس دھرتی کی ہدایت اور روحانی و معاشرتی تمدن کے عروج کیلئے بھیجے۔ یعنی اپنے پیارے انبیاء کرام۔ جن کے سر تاج ختم المرسلین حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ٹھہرے اور ان کے بعد آج کے دور کیلئے روشنی اُن کے غلام، مرزا غلام احمد قادیانی مسیح موعود علیہ السلام کا مقدر ٹھہری۔

انبیاء کرام کے اخلاق و اطوار اور انکو دی جانے والی تعلیمات انسانیت کیلئے ہر دور میں مینارۂ ہدایت ہیں۔ حضرت آدمؑ سے لیکر حضرت ابراہیمؑ تک تمام انبیاء کی تعلیمات اور پھر حضرت موسیٰؑ سے لیکر حضرت عیسیٰؑ اور پھر حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے لیکر حضرت مسیح موعود علیہ السلام تک سب ہماری زندگیوں کے ایمان اور حرارت ہیں اور حکمت و دانائی کے بحر بیکراں یعنی

عِلم

عمل

اور حکمت

آج کے شمارے کے بنیادی خیال ہیں۔

علم کے بغیر عمل ناممکن ہے اور حکمت سے خالی عمل، ناپائیدار ہے۔

ہم بحیثیت مسلمان خدا تعالیٰ کی بہترین اُمّت ہیں۔ اُس کا سب سے پیارا نبیؐ ہمارا محبوب ٹھہرا اور اُس کا مسیحؑ ہمارا نصیب۔ لیکن کیا بہترین ہونا ہی سب کچھ ہے۔ کیا خوش نصیبی صرف وابستگی کا دوسرا نام ہے؟؟

نہیں!! یہ دونوں وصف اپنا حق مانگتے ہیں۔ حق کیا ہے، حق یہ ہے کہ ہم خود کہیں کہ

"حق تو یہ ہے کہ حق ادا نہ ہوا"

یعنی خوفِ الٰہی اور اطاعتِ رسولؐ ہمارا اوڑھنا بچھونا ہو۔ سنتِ مسیح موعودؑ ہماری زندگیوں کا محور ہو۔ جو تعلیمات آج سے چودہ سو سال پہلے ہمیں عطا کی گئیں۔ وہ ہمارا سرمایۂ علم ہوں اور ہمارے دن رات اُن عملوں کی گواہی دیں جو حکمت اور دانائی سے پُر ہوں کیونکہ یہ دونوں چیزیں تو مومن کی کھوئی ہوئی معراج ہوتی ہیں۔ وہی اس کا بہترین حقدار ہوتا ہے اور وہی اُس کو پالینے کو مقصدِ حیات سمجھتا ہے۔

ہم بہترین امت ہونے کا حق تبھی ادا کر سکتے ہیں جب ہمارے علم، عمل اور حکمت کی تکون ہماری زندگیوں کا مکمل احاطہ اس طرح کرے کہ ہم ہمیشہ کیلئے حُبِّ الٰہی کے رنگوں میں رنگین ہو جائیں اور اس دنیا کی سطحی خواہشیں ہمارے دامن میلے نہ کر سکیں اور خدا تعالیٰ کی بنائی ہوئی جنّتیں ہمارا مقدر ٹھہریں۔ (آمین)

پیغام از طرف شعبہ اشاعت لجنہ اماء اللہ کینیڈا

بسم اللہ الرحمن الرحیم

پیاری بہنو! السلام علیکم ورحمۃ اللہ

خدا تعالیٰ کے خاص فضل و کرم سے ہم سب وہ خوش نصیب ہیں جنہوں نے خلافت خامسہ کی پہلی دہائی اپنی آنکھوں سے دیکھی۔ ہم نے اپنے پیارے امام حضرت خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کو لمحہ بہ لمحہ اپنے کانوں سے سنا، آپ کے روح پرور خطبات جمعہ، دنیا بھر کی جماعت ہائے احمدیہ کی مختلف ذیلی تنظیموں سے جامع عناوین پر خطابات، دنیا بھر کے دورہ جات اور اس دوران کئے جانے والے پر مغز خطابات و تحریکات، نیز عالمی سطح پر آپ کی امن کل عالم کے لئے جرأت مندانہ کاوشیں، پھر مختلف طبقہ عمر سے ملاقات و مشاورت اور سوال و جواب کی محفلیں۔۔۔۔ الغرض قدم قدم پر ہم اس وجود بابرکت سے فیضیاب و سرشار ہوئے۔

یادوں بھرے اس روحانی سمندر میں سے کچھ حقائق و معارف مختصراً قلمبند کر کے ہمیں بھجوائیں۔ اگر آپ شاعری کا ذوق رکھتی ہیں تو بھی ہمیں اپنے محسوسات فکر ارسال فرمائیں۔

اگر آپ اردو یا انگریزی زبان میں ریسرچ یا تحریر کا ملکہ اور شوق رکھتی ہیں تو بھی براہ کرم ہم سے رابطہ فرماویں۔ ادارہ النساء اس تعاون کے لئے آپ کا بے حد مشکور ہو گا۔

اسی طرح اگر آپ اردو انگریزی یا فرنچ زبان میں ترجمہ کی صلاحیت اور خصوصی تجربہ رکھتی ہیں تو بھی خاکسار سے رابطہ فرماویں۔ جزاکم اللہ فاحسن الجزاء

والسلام

خاکسار

امتہ القدوس فرحت

نیشنل سیکرٹری اشاعت

لجنہ اماء اللہ کینیڈا

خطبہ جمعہ

عملی اصلاح کیلئے بیرونی علاج یا مدد کے طور پر دو قسم کے سہاروں کی ضرورت ہے۔ ایک نگرانی دوسرا جبر

ماں باپ، مربیان، عہدیداران، نظام ہر ایک کو اپنے اپنے دائرے میں نگران بننا چاہیئے

اپنے آپ کو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے جوڑ کر پھر خلافت سے کامل اطاعت کی سب سے زیادہ ضرورت ہے۔ یہی چیز ہے جو جماعت میں مضبوطی اور روحانیت میں ترقی کا باعث بنے گی۔

خلافت کا صحیح فہم و ادراک پیدا کرنا بھی مربیان کے کاموں میں سے اہم کام ہے۔ اور پھر عہدیداران کا کام ہے کہ وہ بھی اس طرف توجہ دیں۔ ہماری روحانی پاکیزگی اور ہماری عملی اصلاح انشاء اللہ تعالیٰ زیادہ بڑا انقلاب لانے کا باعث بنے گی

خطبہ جمعہ سیدنا امیر المؤمنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرمودہ مورخہ 31 جنوری 2014ء بمطابق 31 صلح 1393 ہجری شمسی بمقام مسجد بیت الفتوح۔ لندن

اَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ وَاَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ

اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ۔ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ○

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ ○ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ○ مٰلِکِ یَوْمِ الدِّیْنِ ○ اِیَّاکَ نَعْبُدُ وَاِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ ○ اِھْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ ○ صِرَاطَ الَّذِیْنَ اَنْعَمْتَ عَلَیْھِمْ ۙ غَیْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَیْھِمْ وَلَا الضَّآلِّیْنَ ○

گزشتہ خطبہ میں اصلاحِ اعمال و تربیت کے حوالے سے مربیان، اس میں تمام واقفین زندگی شامل ہیں، امراء اور عہدیداران کی ذمہ داریوں کی بات ہو رہی تھی کہ کس طرح انہیں اپنا کردار عملی اصلاح کی روک کے اسباب پر قابو پانے کیلئے ادا کرنا چاہیئے اور اس کیلئے کن چیزوں کی ضرورت ہے جن کو مربیان اور عہدیداران کو اپنے اوپر لاگو کر کے پھر جماعت کو بتانے اور دکھانے کی ضرورت ہے۔ یہاں یہ بھی واضح کر دوں کہ وہ علماء اور واعظین جو حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانے میں تھے اُن میں صحابہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام بھی شامل تھے اور صحابہ سے تربیت پانے والے بھی شامل تھے، اُن کا تعلق باللہ اور ایمان اور یقین کا معیار بھی یقیناً بہت اعلیٰ تھا۔ اُن کی کمی اِن باتوں میں نہیں تھی۔ کمی اس بات کی تھی جس کی طرف حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ نے توجہ دلائی کہ ترجیحات کو بدلنے کی ضرورت ہے یا اعتقادی مسائل پر جس طرح زور دیا جا رہا ہے اسی طرح عملی اصلاح کی اہمیت پر بھی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے نشانات اور اپنے ذاتی تعلق باللہ اور اطاعتِ خلافت اور احترامِ نظام کے حوالے سے بھی افرادِ جماعت کی تربیت کی ضرورت ہے

لیکن آجکل ہمیں نظر آتا ہے کہ ہمارا ان باتوں میں وہ معیار نہیں ہے۔ اس لئے جب میں کہتا ہوں کہ مربیان اور عہدیداران اپنے اوپر لاگو کر کے پھر افرادِ جماعت کو بتائیں تو اس کی خاص اہمیت ہے یعنی اپنے پر لاگو کرنے کے لفظ پر غور کرنے اور عمل کرنے اور اپنا نمونہ قائم کرنے کی بہت ضرورت ہے۔ تبھی اصلاحی باتوں کا اثر بھی حقیقی رنگ میں ہو گا۔

گزشتہ خطبہ میں قوتِ ارادی کے پیدا کرنے اور علمی کمزوری دور کرنے کا ذکر ہو گیا تھا لیکن تیسری بات اس ضمن میں بیان نہیں ہوئی تھی۔ یعنی عملی کمزوری کو دور کرنے کا طریق یا عملی قوت کو کس طرح بڑھایا جا سکتا ہے۔

اس بارے میں آج کچھ کہوں گا۔ اس کیلئے جیسا کہ پہلے خطبات میں ذکر ہو چکا ہے، بیرونی علاج یا مدد کی ضرورت ہے یا کہہ سکتے ہیں کہ دوسرے کے سہارے کی ضرورت ہے اور عملی اصلاح کیلئے یہ سہارا دو قسم کا ہوتا ہے یا دو قسم کے سہاروں، ایک نگرانی اور دوسرا جبر کی ضرورت ہے۔

نگرانی یہ ہے کہ مستقل نظر میں رکھا جائے کہ کہیں کوئی بد عمل نہ کر لے۔ اس قسم کی نگرانی دنیاوی معاملات میں بھی ہوتی ہے۔ گھروں میں ماں، باپ بچوں کی نگرانی کرتے ہیں۔ اسکولوں میں استاد علاوہ پڑھانے کے، نگرانی کا کردار ادا کر رہے ہوتے ہیں۔ بعض دفعہ حکومت کے کارندے نگرانی کر رہے ہوتے ہیں اور یہ بتا دیتے ہیں کہ ہم نگرانی کریں گے۔ سڑکوں پر ٹریفک کیلئے مستقل کیمرے لگائے ہوتے ہیں اور بورڈ لگے ہوتے ہیں کہ کیمرہ لگا ہوا ہے۔ یہ نگرانی کا ایک عمل ہے۔

جو بچے ماں باپ کی زیادتیوں کا نشانہ بنتے ہیں اُن کے والدین کو warning دی جاتی ہے کہ ہم نگرانی کریں گے۔ اگر بچوں کو زیادہ تنگ کیا گیا تو بچوں کی بہبود کا جو ادارہ ہے وہ کہتا ہے کہ ہم بچے لے جائیں گے۔ ان ترقی یافتہ ممالک میں تو یہ بہت عام ہے بلکہ میرے خیال میں تو بچوں کے معاملے میں ناجائز حد تک یہ نگرانی ہوتی ہے۔ اور ماں باپ بچوں سے ڈر کر یا اس ادارے سے ڈر کر جائز روک ٹوک بھی بچوں پر نہیں کرتے اور نتیجتاً بچے بھی بگڑ جاتے ہیں۔ دنیا کے معاملات میں تو یہ نگرانی بعض دفعہ نقصان کا باعث بن رہی ہوتی ہے۔ پھر خاوند بیوی کے تعلقات میں خرابی کی وجہ سے بھی اُن کی نگرانی ہوتی ہے۔ پھر ملزمان کی نگرانی ہوتی ہے۔

بہر حال اس ساری نگرانی کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ اُس کو اُن کاموں سے روکا جائے جن کی وجہ سے فساد پیدا ہو سکتا ہے یا اس کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ اصلاح ہو۔ بہر حال نگرانی ہر معاشرے کے قانون میں اصلاح کا ایک ذریعہ ہے اور عملی اصلاح کرنے کیلئے دین بھی ہمیں اس کی طرف توجہ دلاتا ہے۔ اور بہت سے غلط کاموں سے انسان اس وجہ سے بچ رہا ہوتا ہے کہ معاشرہ اس کی نگرانی کر رہا ہے۔ ماں باپ اپنے دائرے میں نگرانی کر رہے ہوتے ہیں۔ مربیان کا اپنے دائرے میں یہ نگرانی کرنا کام ہے۔ اور باقی نظام کو بھی اپنے اپنے دائرے میں نگران بننا ضروری ہے۔ اور جب اسلام کی یہ تعلیم بھی سامنے ہو کہ ہر نگران سے نگرانی کے بارے میں پوچھا جائے گا۔

(صحیح البخاری کتاب الجمعۃ باب الجمعۃ فی القریٰ والمدن حدیث نمبر 893)

تو نہ صرف اُن کی اصلاح ہو گی جن کی نگرانی کی جا رہی ہے بلکہ نگرانوں کی بھی اصلاح ہو رہی ہو گی۔ بہر حال عملی اصلاح کیلئے نگرانی بھی ایک مؤثر ذریعہ ہے۔

دوسری بات جو اصلاح کیلئے ضروری ہے جبر ہے۔ یہاں کسی کے دل میں یہ سوال پیدا ہو سکتا ہے کہ ایک طرف تو ہم کہتے ہیں کہ "دین کے معاملے میں جبر نہیں" دوسری طرف عملی اصلاح کیلئے جو علاج تجویز کیا جا رہا ہے، وہ جبر ہے۔ پس واضح ہو کہ یہ جبر دین قبول کرنے یا دین چھوڑنے کے معاملے میں نہیں ہے۔ ہر ایک آزاد ہے، جس دین کو چاہے اختیار کرے اور جس دین کو چاہے چھوڑ دے۔ اسلام تو بڑا واضح طور پر یہ اختیار دیتا ہے۔ یہاں جبر یہ ہے کہ دین کی طرف منسوب ہو کر پھر اُس کے قواعد پر عمل نہ کرنا اور اُسے توڑنا، ایک طرف تو اپنے آپ کو نظامِ جماعت کا حصّہ کہنا اور پھر نظام کے قواعد کو توڑنا۔ یہ بات اگر ہو رہی ہے تو بہر حال سختی ہو گی اور یہاں جبر سے یہی مراد ہے۔ نظام کا حصّہ بن کر رہنا تو پھر تعلیم پر بھی عمل کرنا ہو گا۔ ورنہ سزا مل سکتی ہے، جرمانہ بھی ہو سکتا ہے بعض قسم کی پابندیاں بھی عائد ہو سکتی ہیں۔ اور ان سب باتوں کا مقصد اصلاح کرنا ہے تاکہ قوتِ عملی کی کمزوری کو دور کیا جا سکے۔ جماعت میں بھی جب نظامِ جماعت سزا دیتا ہے تو اصل مقصد اصلاح ہوتا ہے۔ کسی کی سبکی یا کسی کو بلاوجہ تکلیف میں ڈالنا نہیں ہوتا۔ یہ جبر حکومتی قوانین میں بھی لاگو ہے۔ سزائیں بھی ملتی ہیں، جیلوں میں بھی ڈالا جاتا ہے، جرمانے بھی ہوتے ہیں اور بعض دفعہ مارا بھی جاتا ہے۔ اور مقصد یہی ہوتا ہے کہ معاشرے میں امن رہے اور جو دوسرے کو نقصان پہنچانے والے ہیں وہ نقصان پہنچانے کا کام نہ کر سکیں بلکہ بعض دفعہ اپنے آپ کو نقصان پہنچانے والے کام پر بھی سزا مل جاتی ہے۔ لیکن اس سزا کے دوران اصلاح کرنے کے مختلف ذرائع استعمال کئے جاتے ہیں۔ اگر کسی کو پھانسی بھی دی جاتی ہے تو یہ جبر اس لئے ہے کہ قاتل نے ایک جان لی اور اگر قاتلوں کو کھلی چھٹی مل جائے تو پھر معاشرے کا امن برباد ہو جائے اور کئی اور قاتل پیدا ہو جائیں۔ پس قتل کی سزا قتل دینے سے کئی ایسے لوگوں کی اصلاح ہو جاتی ہے یا وہ اُس کام سے رُک جاتے ہیں جو قتل کا رجحان رکھتے ہیں، جو زیادہ جوشیلے ہوتے ہیں۔ بہر حال یہ جبر اصلاح کا ایک پہلو ہے جو دنیا میں بھی رائج ہے۔

دنیادار کے جبر سے یا دنیاوی سزاؤں کے جبر سے ایمان کا کوئی تعلق نہیں ہے لیکن ایک دین کی طرف منسوب ہونیوالے پر جب جبر کیا جاتا ہے اور دینی نظام کے تحت اُس کو سزا دی جاتی ہے یا کسی بھی قسم کی سزا یا جرمانہ ہو کوئی اور سزا ہو یا بعض پابندیاں عائد کر دی جاتی ہیں جماعت میں بعض دفعہ بعض پر چندہ لینے پر پابندیاں عائد کر دی جاتی ہیں تو بے شک جبر اُن کاموں سے روکا جا رہا ہوتا ہے لیکن ساتھ ہی جب وہ باتیں یا اعمال جو صالح اعمال ہیں اُن کی طرف توجہ دلائی جا رہی ہو اور کوئی شخص اس کیلئے کر رہا ہو کہ سزا سے بچ جاؤں یا خلیفہ وقت کی ناراضگی سے بچ جاؤں یا اللہ تعالیٰ کی ناراضگی سے بچ جاؤں تو آہستہ آہستہ دل میں ایمان پیدا ہوتا ہے اور پھر یہ بڑھنا شروع ہو جاتا ہے اور ایسے لوگ بُرائیوں کو چھوڑ کر خوشی سے نیک اعمال بجا لانے والے بننا شروع ہو جاتے ہیں۔

پس ہمیشہ یاد رکھنا چاہیئے کہ نیک اعمال بجا لانے کی عادت ڈالنے کیلئے مختلف ذرائع استعمال کرنے پڑتے ہیں۔ بغیر ان ذرائع کو اختیار کئے اصلاحِ اعمال میں کامیابی نہیں ہو سکتی۔ پس ان ذرائع کا استعمال انتہائی ضروری ہے یعنی ایمان کا پیدا کرنا علم صحیح کا پیدا کرنا، ان باتوں کا تو گزشتہ خطبہ میں ذکر ہو گیا تھا اور قوت عملی پیدا کرنے کے ضمن میں نگرانی کرنا، جبر کرنا جن کا ابھی میں نے ذکر کیا ہے یہ چار چیزیں ہیں جن کے بغیر اصلاح مشکل ہے۔ جب ہم گہرائی میں جائزہ لیں تو ہمیں پتہ چلتا ہے کہ دنیا میں ایک طبقہ ایسا ہے جو ایمانی قوت اپنے اندر نہیں رکھتا، یعنی وہ معیار نہیں رکھتا جو اصلاح عمل کیلئے ایک انسان میں ہونا ضروری ہے۔ ایسے لوگوں کے دلوں میں اگر قوتِ ایمانیہ بھر دی جائے تو اُن کے اعمال درست ہو جاتے ہیں۔ اور ایک طبقہ ایسا ہوتا ہے جو عدمِ علم کی وجہ

سے گناہوں کا شکار ہوتا ہے۔اس کیلئے صحیح علم کی ضرورت ہوتی ہے۔اور ایک طبقہ جو نیک اعمال بجالانے کیلئے دوسروں کا محتاج ہوتا ہے۔یہ تین قسم کے لوگ ہیں اور اس کی احتیاج جو ہے وہ دو طرح سے پوری کی جاتی ہے یا اُس کی بیرونی مدد دو طرح سے ہو گی۔ایک تو نگرانی کر کے جس کی میں نے ابھی تفصیل بیان کی ہے۔

نگرانی کی جائے تو بدیاں چھوٹ جاتی ہیں اور نیکیوں کی طرف توجہ پیدا ہو جاتی ہے لیکن وہ طبقہ جو بالکل ہی گرا ہوا ہو جو نگرانی سے بھی باز آنیوالا نہ ہو اُسے جب تک سزا نہ دی جائے اُس کی اصلاح نہیں ہو سکتی۔

پس ان چاروں ذرائع کو جماعت کی اصلاح کیلئے بھی اختیار کرنا ضروری ہے اور ہر ایک کی بیماری کا علاج اس کی بیماری کی نوعیت کے لحاظ سے کرنا ضروری ہے۔یہ بات یاد رکھنا ضروری ہے کہ جس زمانہ میں مذہب کے پاس نہ حکومت ہو،نہ تلوار اُس زمانے میں یہ چاروں علاج ضروری ہوتے ہیں۔

پس جیسا کہ گزشتہ خطبہ میں ذکر ہو چکا ہے کہ پہلے علاج کے طور پر تربیت کر کے ایمان میں مضبوطی پیدا کرنا ضروری ہے اور اس کیلئے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے نشانات، آپؑ کی وحی، آپؑ کے تعلق باللہ اور آپؑ کے ذریعے سے آپؑ کے ماننے والوں میں روحانی انقلاب کا ذکر کیا جائے انہیں بتایا جائے کہ اللہ تعالیٰ کے قرب کے کیا فوائد ہیں۔جیسا کہ میں نے گزشتہ خطبہ میں بھی کہا تھا کہ اس دور میں جب شیطان بھرپور حملے کر رہا ہے تو ان باتوں کے بارے میں بتانے کی بہت زیادہ ضرورت ہے۔یہ ذکر متواتر اور بار بار ہونا چاہیئے۔یہ بتانے کی ضرورت ہے کہ اللہ تعالیٰ کی محبت انسان کو کس طرح حاصل ہو سکتی ہے اور اس کا پیار جب کسی انسان کے شاملِ حال ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ اُس سے کس طرح امتیازی سلوک کرتا ہے۔حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس بارے میں کس طرح بتایا ہے،مختلف قوموں سے جو نئے احمدی ہو رہے ہیں۔افریقہ میں سے بھی اور زیادہ تر عربوں میں سے بھی وہ اپنے واقعات لکھتے ہیں کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی کتب پڑھ کر ان میں تبدیلیاں ہوئیں۔اُن کے ایمان میں اضافہ ہوا۔بے شک کتاب پڑھ کر ان کی اعتقادی غلط فہمیاں بھی دور ہوئیں اور اعتقادی لحاظ سے ان کے علم میں اضافہ ہو کر اُن کو ایمان کی نئی راہیں نظر آئیں لیکن ایمان کی مضبوطی اُن میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے نشانات کو دیکھنے، آپؑ کی وحی کی حقیقت کو سمجھنے اور آپؑ کے تعلق باللہ سے پیدا ہوئی پھر اللہ تعالیٰ نے انہیں بعض نشانات دکھا کر اپنے قرب کا نظارہ دکھا دیا۔

حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے نشانات، وحی، الہامات اور تعلق باللہ جو ہمارے دلوں میں ایمان کی کرنوں کو روشن تر کرے، کی اہمیت اپنے انداز میں بیان فرماتے ہوئے یوں فرمایا ہے کہ:

حضرت عیسیٰؑ بے شک زندہ آسمان پر بیٹھے رہیں، اُن کا آسمان پر زندہ بیٹھے رہنا اتنا نقصان دِہ نہیں ہے جتنا خدا تعالیٰ کا ہمارے دلوں میں مردہ ہو جانا نقصان دِہ۔پس کیا فائدہ اس بات کا کہ تم حضرت عیسیٰؑ کی وفات پر زور دیتے رہو جبکہ خدا تعالیٰ کو لوگوں کے دلوں میں تم مار رہے ہو اور اُسے زندہ کرنے کی کوشش نہیں کرتے، خدا تعالیٰ تو حیّ و قیوم ہے اور کبھی نہیں مرتا۔بعض انسانوں کے لحاظ سے وہ مر بھی جاتا ہے۔

حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حوالے سے ایک واقعہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت خلیفہ اوّل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ایک استاد جو بھوپال کے رہنے والے تھے کہتے ہیں کہ انہوں نے ایک دفعہ رؤیا میں دیکھا کہ بھوپال کے باہر (بھوپال ہندوستان کا ایک شہر ہے) ایک پُل ہے وہاں ایک کوڑھی پڑا ہوا ہے، جو کوڑھی ہونے کے علاوہ آنکھوں سے اندھا ہے، ناک اُس کا کٹا ہوا ہے انگلیاں اُس کی جھڑ چکی ہیں اور تمام جسم میں پیپ پڑی ہوئی، مکھیاں اُس پہ بھنبھنا رہی ہیں وہ کہتے ہیں کہ اُسے دیکھ کر مجھے سخت کراہت آئی اور میں نے پوچھا کہ بابا تو کون ہے؟ وہ کہنے لگا میں خدا ہوں۔یہ جواب سُن کر مجھ پر سخت دہشت طاری ہو گئی اور میں نے کہا کہ تم خدا ہو؟ آج تک تو تمام انبیاء دنیا میں یہی کہتے چلے آئے ہیں کہ خدا تعالیٰ سب سے زیادہ خوبصورت ہے اُس سے بڑھ کر کوئی حسین نہیں۔ہم جو اللہ تعالیٰ سے عشق و محبت کرتے ہیں تو کیا اسی شکل پر؟ اس نے کہا انبیاء جو کہتے آئے ہیں وہ ٹھیک اور درست کہتے ہیں۔میں اصل خدا نہیں ہوں میں بھوپال کے لوگوں کا خدا ہوں یعنی بھوپال کے لوگوں کی نظروں میں مَیں ایسا ہی سمجھا جاتا ہوں یعنی ان لوگوں کی نظر میں خدا تعالیٰ کی کوئی اہمیت نہیں ہے۔

(ماخوذ از خطبات محمود جلد 17 صفحہ 455-456 خطبہ جمعہ فرمودہ 10 جولائی 1936)

پس خدا تعالیٰ تو نہیں مرتا مگر جب کوئی انسان اُسے بھلا دیتا ہے تو اُس کے لحاظ سے وہ مر جاتا ہے۔یہاں نوجوانوں کو یہ بھی سمجھا دوں کہ اس سے یہ نہیں سمجھنا چاہیئے کہ بس لوگ ایسے ہو گئے تو خدا نے یہ شکل اختیار کر لی اور معاملہ ختم۔اصل میں تو یہ شکل اُن لوگوں کی اپنی ہے جنہوں نے خدا کو چھوڑا۔جس طرح آئینہ میں اپنی تصویر نظر آتی ہے۔اصل چیز یہی ہے اپنی شکل نظر آ رہی ہوتی ہے۔یہ شکل جو اُس نے خواب میں دیکھی، وہ اُن لوگوں کا آئینہ تھا۔وہ روحانی لحاظ سے کوڑھی ہو گئے اور ایسے لوگ پھر اپنے انجام کو بھی پہنچتے ہیں۔نعوذ باللہ خدا نے مر کر اُن سے کنارہ کشی نہیں کر لی۔اللہ تعالیٰ کو ایسا سمجھنے والوں کو خدا تعالیٰ بعض دفعہ اس دُنیا میں بھی سزا دیتا ہے خدا تعالیٰ ایک طرف ہو کے بیٹھ نہیں جاتا بلکہ اس دنیا میں بھی ایسے لوگوں کو سزا دیتا ہے۔بلکہ متعدد جگہ اللہ تعالیٰ نے ایسے لوگوں کا انجام یہی بتایا ہے کہ وہ جہنم میں جانے والے ہیں جو خدا کو بھول جائیں۔پس اس مثال سے کوئی یہ نہ سمجھ لے کہ خدا کو چھوڑ دیا یا بے طاقت تصور کر لیا تو بات ختم ہو گئی، کچھ نہیں ہو گا۔اللہ تعالیٰ بدلہ لینے والا بھی ہے، سزا دینے والا بھی ہے اور اُسکا غضب جب بھڑکتا ہے تو پھر کوئی بھی اُس کے غضب کے سامنے ٹھہر نہیں سکتا پس اس لحاظ سے یہ کوئی معمولی بات نہیں ہے کہ خدا کو

بھول گئے اور قصہ ختم ہو گیا۔

حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ:

عجیب بات ہے کہ ہمارے علماء حضرت عیسیٰؑ کو مارنے کی کوشش کرتے ہیں مگر ساتھ ہی اللہ تعالیٰ کو زندہ کرنے کی کوشش نہیں کرتے۔ وہ روح پیدا نہیں کرتے جس سے اللہ تعالیٰ کا فہم اور ادراک پیدا ہو۔ ہماری اصل کوشش خدا تعالیٰ کو زندہ کرنے کی اور اُس سے زیادہ تعلق پیدا کرنے کی ہونی چاہیئے۔

اگر خدا سے ہمارا زندہ تعلق ہے تو چاہے عیسیٰؑ کو زندہ سمجھنے والے جتنا بھی شور مچاتے رہیں، ہمارے ایمانوں میں کبھی بگاڑ پیدا نہیں ہو گا کیونکہ خدا ہر قدم پر ہمیں سنبھالنے والا ہو گا۔

(ماخوذ از خطباتِ محمود جلد 17 صفحہ 456 خطبہ جمعہ فرمودہ 10 جولائی 1936ء)

پس بیشک وفاتِ مسیح، ختم نبوت یا جو دوسرے مسائل ہیں جن کا اعتقاد سے تعلق ہے اُن کا علم ہونا تو بہت ضروری ہے اور اُن پر دلیل کے ساتھ قائم رہنا بھی ضروری ہے، بغیر دلیل کے نہیں، لیکن عملی اصلاح کیلئے ہمیں خدا تعالیٰ سے تعلق جوڑنا ہو گا اور اسکے لئے وہ ذرائع اپنانے ہوں گے جو اس زمانے میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ہمیں دکھائے۔ ہمیں اپنے قول و فعل کے تضاد کو ختم کرنا ہو گا۔ جو ہم دوسروں کو کہیں اُس کے بارے میں اپنے بھی جائزے لیں کہ کس حد تک ہم اس پر عمل کر رہے ہیں۔

آج اللہ تعالیٰ کے فضل سے دُنیا میں جماعتِ احمدیہ کے جو جامعات ہیں جہاں مبلغین اور مربیان تیار ہوتے ہیں، ان میں نوجوان مربی اور مبلغ بننے کے لئے بہت سارے بچے داخل ہو رہے ہیں اور خاص طور پر پاکستان میں بڑی تعداد میں بچے جامعہ میں آتے ہیں۔ ان میں بہت کثرت سے واقفینِ نو بھی ہیں۔ بعض دفعہ ایسا بھی ہوتا ہے کہ تعداد کی کثرت معیار میں کمی کر دیتی ہے۔ اور بعض دفعہ یہ مثالیں بھی سامنے آتی ہیں کہ روحانی معیار کے حصول میں کوشش نہ کرنے، بلکہ بعض غلط عادتوں کی وجہ سے اور صحیح علم نہ ہونے کی وجہ سے کہ مربی اور مبلغ کا کیا تقدس ہونا چاہیئے۔ جب ایسے لڑکے بعض حرکتیں کرتے ہیں تو پھر اُنکو جامعات سے فارغ بھی کیا جاتا ہے۔

پس یہ زمانہ جو انشاء اللہ تعالیٰ آئندہ احمدیت کی ترقی کا آنیوالا ہے، اسکی تیاری کیلئے مربیان بننے والے، مبلغین بننے والے اپنے آپ کو بہت زیادہ تیار کریں۔ کوئی معمولی کام نہیں جو اُن کے سپرد ہونے والا ہے۔ ابھی سے خدا تعالیٰ سے ایک تعلق پیدا کریں اور اس کیلئے پہلے سے بڑھ کر کوشش کریں۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جو نشانات ہمیں دکھائے، اسلام کی جو حقیقی تعلیم دوبارہ کھول کر واضح فرمائی، اُسے سامنے رکھیں۔ صرف مسائل کو یاد کرنے تک ہی اپنے آپ کو محدود نہ رکھیں۔ مجھے قادیان سے کسی عالم نے لکھا کہ آجکل کھلے جلسے جو مخالفین کا جواب دینے کیلئے پہلے ہندوستان میں منعقد ہوتے تھے، اب نہیں ہوتے، ہم اُن جلسوں میں ایسے تابڑ توڑ حملے مخالف علماء پر کرتے تھے کہ ایک کے بعد دوسرے حملے نے اُنہیں زِچ کر دیا تھا۔ ٹھیک ہے یہ اچھی بات ہے کہ کرتے تھے۔ مخالفین کے جواب دینے چاہئیں، بلکہ دلائل کے ساتھ اُن کی باتوں کے ردّ اُن پر ہی پھینکنے چاہئیں لیکن یہ بات اس سے بھی زیادہ اہم ہے اور ضروری ہے کہ ہمارے معلمین اور مبلغین اور مربیان حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بعثت کے مقصد کو سمجھتے ہوئے اپنی روحانی حالت میں بھی وہ ترقی کرتے کہ ہر ایک کا وجود خود ایک نشان بن جاتا اور اسکے لئے ہمیں کوشش کرنی چاہیئے بلکہ وہ ترقی کریں کہ خود ایک نشان بن جائے۔ اور اسی نمونے کو دیکھ کر لوگ جماعت میں داخل ہوں۔ بعض دفعہ نمونے دیکھ کر داخل ہوتے ہیں۔ لیکن یہاں مجھے افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ یہ معیار پیدا نہیں ہوا۔ اسی لئے ہندوستان میں بہت سے معلمین کو فارغ کرنا پڑا۔ لگتا تھا کہ بعض پر دُنیا داری غالب آگئی ہے۔ پس یہ خط لکھنے والے بھی اور ہم میں سے ہر ایک اپنے جائزے لے کہ اُس کی ذمہ داریاں کیا ہیں؟ معلمین، مبلغین یہ دیکھیں کہ انہوں نے

دلوں میں ایمان پیدا کرنے کی کتنی کوشش کی ہے خشک دلائل سے لوگوں کے دلوں پر اثر ڈالنے اور غیر احمدی مولویوں کو دوڑانے پر ہی ہمیں اکتفا نہیں کر لینا چاہیئے اور اسی پر خوش نہیں ہو جانا چاہیئے بلکہ ہمارے پاس جو خدا تعالیٰ کے زندہ نشانات اور معجزات ہیں، اُس سے خدا تعالیٰ کی ہستی دنیا کو دکھائیں۔ اللہ تعالیٰ کی فعلی شہادت جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ ہے، اُس سے لوگوں کے دلوں کو قائل کریں۔

حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک مثال دی ہے کہ اگر سورج چڑھا ہوا ہے اور کوئی کہے کہ تمہارے پاس کیا دلیل ہے کہ سورج چڑھا ہوا ہے تو دوسرا اُسے سورج چڑھنے کی دلیلیں دینی شروع کر دے کہ اتنے بجے سورج نکلنے کا وقت ہوتا ہے، اتنے بجے غروب ہوتا ہے اور سائنس یہ کہتی ہے اور فلاں کہتی ہے۔ پس یہ جو دلیلیں ہیں تو کہتے ہیں کہ دلیل دینے والا بھی احمق ہی ہو گا جو دلیلیں دینے بیٹھ گیا، اُس کا سادہ علاج تو یہ تھا کہ سورج کی دلیل پوچھنے والے کی ٹھوڑی کے نیچے ہاتھ رکھ کر اُس کا منہ اونچا کرتا اور کہتا کہ وہ سورج ہے دیکھ لو۔ اُن کو دلیلیں دینے کی ضرورت نہیں ہوتی۔ تمہاری بیوقوفانہ باتوں کا جواب اس وقت سورج کا وجود ہے پس اس وقت خدا تعالیٰ بھی ہمارے سامنے جلوہ گر ہے۔ وہ بھی عریاں ہو کر اپنی تمام صفات کے ساتھ دنیا کے سامنے رونما ہو گیا ہے اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ذریعہ وہ اپنے سارے حسن کے ساتھ جلوہ نما ہے۔

(ماخوذ از خطباتِ محمود جلد 17 صفحہ 457 خطبہ جمعہ فرمودہ 10 جولائی 1936ء)

پس واعظین کا یہ کام ہے کہ سورج کے وجود کی دلیلیں دینے والے احمق بننے کے بجائے تازہ نشانات جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ذریعہ ظاہر ہو رہے ہیں، اللہ تعالیٰ کی فعلی شہادت جو ہر دم ہمارے ساتھ

ہے، اُس سے یہ سچائی ثابت کریں۔ لیکن بات وہی ہے کہ اپنی حالتوں کو بھی خدا تعالیٰ کی رضا کے مطابق بنائیں۔ جماعت کی عملی قوت کو مضبوط کریں۔ جماعت کے عورتوں، مردوں اور بچوں کے سامنے یہ باتیں پیش کریں اور بار بار پیش کریں۔ جیسا کہ مَیں نے کہا ان کو بتائیں کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ذریعہ کس طرح خدا تعالیٰ کا جلال ظاہر ہوا، انہیں سمجھائیں کہ خدا تعالیٰ کا قرب حاصل کرنے کے کیا ذرائع ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی محبت کس طرح حاصل ہو سکتی ہے؟ پھر دیکھیں کہ جو نوجوان دنیاداری کے معاملات میں نقل کی طرف رجحان رکھتے ہیں، خدا تعالیٰ کی طرف جھکنے والے بنیں گے۔ پھر صرف چند مربیان یا علماء غیر از جماعت مولویوں کے چھکے چھڑانے والے نہیں ہونگے بلکہ یہ نمونے جو ہمارے نوجوان، مرد، عورتیں بچے قائم کر رہے ہونگے یہ دنیا کو اپنی طرف کھینچنے والے ہوں گے۔ پس اپنی عملی حالتوں کی طرف توجہ کی سب سے پہلے ضرورت ہے۔

اپنے آپ کو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے جوڑ کر پھر خلافت سے کامل اطاعت کی سب سے زیادہ ضرورت ہے۔ یہی چیز ہے جو جماعت میں مضبوطی اور روحانیت میں ترقی کا باعث بنے گی۔ خلافت کی پہچان اور اُس کا صحیح علم اور ادراک اس طرح جماعت میں پیدا ہو جانا چاہیئے کہ خلیفہ وقت کے ہر فیصلے کو بخوشی قبول کرنے والے ہوں اور کسی قسم کی روک دل میں پیدا نہ ہو، کسی بات کو سُن کر انقباض نہ ہو۔

خلافت کا صحیح فہم و ادراک پیدا کرنا بھی مربیان کے کاموں میں سے اہم کام ہے اور پھر عہدیداران کا کام ہے کہ وہ بھی اس طرف توجہ دیں۔ بعض ایسی مثالیں بھی سامنے آجاتی ہیں کہ کہتے ہیں کہ خلیفہ وقت نے یہ غلط کام کیا اور یہ غلط فیصلہ کیا یا فلاں فیصلے کو اس طرح ہونا چاہیئے تھا۔ بعض قضاء کے فیصلوں پر اعتراض ہوتے رہتے ہیں۔ یا فلاں شخص کو فلاں کام پر کیوں لگایا گیا۔ اس کی جگہ تو فلاں شخص ہونا چاہیئے تھا۔ خلیفہ وقت کی فلاں فلاں کے بارے میں تو بڑی معلومات ہیں، علم ہے اور فلاں شخص کے بارے میں اُس نے باوجود علم ہونے کے آنکھیں بند کی ہوئی ہیں۔ اس قسم کی باتیں کرنے والے چند ایک ہی ہوتے ہیں لیکن ماحول کو خراب کرتے ہیں۔ اگر مربیان اور ہر سطح کے عہدیداران، پہلے بھی میں کہہ چکا ہوں، ہر تنظیم کے اور جماعتی عہدیداران اپنی اس ذمہ داری کو بھی سمجھیں تو بعض دلوں میں جو شکوک و شبہات پیدا ہوتے ہیں، کبھی پیدا نہ ہوں۔ خاص طور پر مربیان کا یہ کام ہے کہ اُنہیں سمجھائیں اور بتائیں کہ تمام برکتیں نظام میں ہیں۔

اللہ تعالیٰ تو جب کسی قوم پر لعنت ڈالنا چاہتا ہے تو نظام کو اٹھا لیتا ہے۔ پس جب یہ باتیں ہر ایک کے علم میں آجائیں گی تو بعض لوگ جن کو ٹھوکر لگتی ہے، وہ ٹھوکر کھانے سے بچ جائیں گے۔ ایسا طبقہ چاہے وہ چند ایک ہی ہوں ہمیشہ رہتا ہے جو اپنے آپ کو عقلِ کُل سمجھتا ہے اور ادھر اُدھر بیٹھ کر باتیں کرتا رہتا ہے، کہ خلیفہ خدا تو نہیں ہوتا، وہ بھی غلطی کر سکتا ہے، جیسا کہ عام آدمی غلطی کر سکتا ہے، ٹھیک ہے۔ لیکن حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کا بڑا اچھا جواب دیا ہے۔ اور یہ جواب جو حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دیا، ہر وقت اور ہر دَور کیلئے ہے۔ اگر خلافت برحق ہے، اگر خلافت پر ایمان ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ انعام دیا گیا ہے۔ آپ کہتے ہیں کہ

"اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ خلفاء جن امور کا فیصلہ کیا کرتے ہیں ہم ان امور کو دنیا میں قائم کر کے رہتے ہیں۔

وہ فرماتا ہے وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِينَهُمُ الَّذِي ارْتَضَىٰ لَهُمْ (النور:56) یعنی وہ دین اور وہ اصول جو خلفاء دنیا میں قائم کرنا چاہتے ہیں، ہم اپنی ذات ہی کی قسم کھا کر کہتے ہیں کہ ہم اُسے دنیا میں قائم کر کے رہیں گے۔"

(ماخوذ از خطباتِ محمود صفحہ 458 خطبہ جمعہ فرمودہ 10 جولائی 1936ء)

پس یہ باتیں جماعت کے ہر فرد کے دل میں راسخ ہونی چاہئیں اور یہ مربیان اور اہلِ علم کا کام ہے کہ اسے ہر ایک کے دل میں پیدا کرنے کی کوشش کریں۔ پس اس ذمہ داری کو سمجھیں، اس بات کے پیچھے پڑ جائیں کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی برکات اور آپؑ کے فیوض لوگوں پر ظاہر کرنے ہیں۔ خدا تعالیٰ کے زندہ نشانات کا بار بار تذکرہ کرنا ہے، لوگوں کو یہ بتانا ہے کہ خدا تعالیٰ کے قرب کے حصول کے ذرائع کیا ہیں؟ اور خلیفہ وقت کی ہر صورت میں اطاعت اور نظام کی فرمانبرداری کی ایک اہمیت ہے اور ہر ایک پر یہ اہمیت واضح ہونی چاہیئے۔

پس جب یہ ہو گا تو دلوں کے وساوس بھی دُور ہوں گے۔ اور اس طریق سے وساوس دور کرنے والوں کی تعداد یا جن کے دلوں کے وساوس دور ہو جائیں ان کی تعداد اتنی زیادہ ہو جائے گی کہ ہر فتنہ اپنی موت آپ مر جائے گا۔ جماعت میں ہر لحاظ سے عملی اصلاح کا ہر پہلو نظر آرہا ہو گا اور یہی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بعثت کا بڑا مقصد ہے۔

یاد رکھنا چاہیئے کہ ہمیں ختمِ نبوت اور وفاتِ مسیح کے متعلق مسائل جاننے کی ضرورت ہے اور یہ ضرورت مخالفین کے جواب دینے کیلئے ہے لیکن عمل اور عرفان کو بھی اپنی جماعت میں رائج کرنے کیلئے ایک کوشش کی ضرورت ہے۔ پس جتنی توجہ ہم نے باہر کے محاذ پر دینی ہے، اتنی بلکہ اُس سے بڑھ کر اندرونی محاذ پر بھی ہمیں توجہ دینی چاہیئے۔ ہماری روحانی پاکیزگی اور عملی اصلاح انشاء اللہ تعالیٰ زیادہ بڑا انقلاب لانے کا باعث بنے گی، بہ نسبت اس تبلیغ کے۔ حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ ارشاد یقیناً بڑا اہم ہے کہ

"اگر وہ" یعنی علماء اور مربیان" قلوب کی اصلاح کریں اور لوگوں کے دلوں میں عرفان اور اللہ تعالیٰ کی محبت پیدا کریں تو کروڑوں کروڑ لوگ احمدیت میں داخل ہونے لگ جائیں۔

اللہ تعالیٰ خود فرماتا ہے

اِذَا جَآءَ نَصۡرُ اللّٰہِ وَالۡفَتۡحُ۔ وَرَاَیۡتَ النَّاسَ یَدۡخُلُوۡنَ فِیۡ دِیۡنِ اللّٰہِ اَفۡوَاجًا۔ فَسَبِّحۡ بِحَمۡدِ رَبِّکَ وَاسۡتَغۡفِرۡہُ۔ (النصر:2-4)

کہ اگر تبلیغ کے ذریعہ تم اپنے مذہب کی اشاعت کروگے تو ایک ایک دو دو کر کے لوگ تمہاری طرف آئیں گے۔ لیکن اگر تم استغفار اور تسبیح کرو اور اپنی جماعت سے گناہ دور کر دو تو پھر فوج در فوج لوگ آئیں گے اور تمہارے اندر شامل ہو جائیں گے"۔

(خطباتِ محمود جلد 17 صفحہ 460 خطبہ جمعہ فرمودہ جولائی 1936)

پس وہ ہمارے عالم جو لکھتے ہیں کہ ہم غیروں کے چھکے چھڑا دیا کرتے تھے۔ اس چھکے چھڑانے سے وہ مقصد حاصل نہیں ہو گا جو اپنی عملی اصلاح سے ہو گا۔ اس لئے عملی اصلاح کی طرف توجہ دیں اور خلافت کے نائبین بننے کی کوشش کریں۔ خلیفہ وقت کے مددگاروں میں سے بننے کی کوشش کریں۔ سالوں ہم صرف علمی بحثوں میں نہیں الجھ سکتے بلکہ ہم نے جماعت کو ترقی کی طرف لے جانا ہے اور انشاء اللہ لے جانا ہے تو ہمیں کچھ اور طریق اختیار کرنے ہوں گے اور جیسا کہ مَیں نے کہا وہ عملی اصلاح کا (طریق) ہے۔

پس ہمیں اپنے اعمال اچھے کرنے کی ضرورت ہے، ہمیں اپنے دیانت اور امانت کے معیاروں کو اونچا کرنے کی ضرورت ہے۔ ہمیں اپنی آمد کے حلال ذرائع اختیار کرنے کی ضرورت ہے۔ یہ نہیں کہ چند پیسوں کیلئے کو نسل کو دھوکہ دے کر اپنی سچائی کے معیار کو داؤ پر لگا دیں اور benefit حاصل کر لیں یا روپے حاصل کرنے کیلئے جھوٹے مقدمے کر دیں۔ ہمیں اپنے کام جو بھی ہمارے سپرد کئے جائیں، پوری تندہی اور محنت اور پوری خوش اسلوبی اور پوری دیانتداری سے کرنے کی ضرورت ہے۔ اگر یہ ہو گا تو دین کے ساتھ دنیا کے میدان بھی ہم پر کھل جائیں گے۔ انشاء اللہ۔ یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے کہ غیروں پر عمومی طور پر جماعت کا اچھا اثر ہے لیکن اگر ہم بعض معمولی دنیاوی فائدوں کیلئے اپنی دیانت اور امانت کے معیاروں کو ضائع کرنے والے بنیں تو ہر ایک شخص جو یہ حرکت کرتا ہے، جماعت کو بدنام کرنے والا بھی بنے گا۔ پس جہاں مربیان کو اس طرف توجہ دلانے کی ضرورت ہے، وہاں ہر فردِ جماعت کو اپنے جائزے لے کر اصلاح کرنے کی ضرورت ہے اور اس کے ساتھ سب سے بڑا ہتھیار دعا کا ہے جس کو ہر وقت اپنے سامنے رکھنے کی ضرورت ہے اور اس کے صحیح استعمال اور اس سے صحیح فائدہ اٹھانے کیلئے اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان سامنے رکھنے کی ضرورت ہے کہ ایمان میں ترقی کرو اور میں نے جو نیک اعمال بجا لانے کیلئے لائحہ عمل دیا ہے اُس پر عمل کرو۔ پس یہ عمل اور دعا اور دعا اور عمل ساتھ ساتھ چلیں گے تو حقیقی اصلاح ہو گی۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس کے حصول کی توفیق عطا فرمائے۔

آخر میں اس بات کی طرف بھی توجہ دلانا چاہتا ہوں جس نے آج کل ہر حقیقی مومن کو بے چین کر دیا ہوا ہے اور وہ مسلمان ممالک کی قابلِ رحم حالت ہے۔ آج مسلم اُمّہ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عاشقِ صادق کے ماننے والوں کی دعاؤں کی بہت ضرورت ہے۔ پس ہمارا یہ فرض بنتا ہے کہ ہم اس کیلئے دعا کریں۔ سیریا کے حالات بد سے بدتر ہوتے جا رہے ہیں۔ حکومت نے بھی ظلموں کی انتہاء کی ہوئی ہے اور حکومت مخالف گروپ جو ہیں انہوں نے بھی ظلم کی انتہاء کی ہوئی ہے۔ دونوں طرف سے ظلم ہو رہے ہیں۔ کسی کا قصور ہے یا نہیں۔ بچے، عورتوں، بوڑھوں کو بھی ظلموں کا نشانہ بنایا جا رہا ہے۔ جب جس کو چاہیں پکڑ کر لے جاتے ہیں اور پھر بھوکا رکھا جاتا ہے، اذیت دی جاتی ہے۔ بعض کی تصویریں دکھائی گئی ہیں، اُن کو دیکھ کر تو آدمی کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں کہ مسلمان مسلمان پر اس قدر ظلم کر رہا ہے اور غیر مسلموں کو موقعہ دے رہا ہے کہ اسلام پر اعتراض کریں۔ گزشتہ دنوں بعض چودہ پندرہ سال کے لڑکوں کے انٹرویو دکھائے جا رہے تھے، جو اپنے ماں، باپ کو کھو بیٹھے ہیں یا کسی وجہ سے اُن سے علیحدہ ہو گئے، کھانے پینے کیلئے اُن کو کچھ نہیں ملتا۔ ادھر ادھر ہاتھ مار کر گزارا کرتے ہیں۔ جب پوچھنے والے نے بارہ تیرہ سال کے لڑکے سے پوچھا کہ تم بڑے ہو کر کیا بننا چاہو گے؟ تو اُس نے بڑا ہنس کر جواب دیا کہ ظاہر ہے کہ criminal بنوں گا۔ چور، ڈاکو، بدمعاش اور دہشت گرد بنیں گے اس کے علاوہ ہم کیا بن سکتے ہیں تا کہ اپنے بدلے لیں۔ اپنی کرسی بچانے کیلئے حکومت اور کرسی حاصل کرنے کیلئے اپوزیشن اپنی نسلوں کو برباد کر رہی ہے۔ اللہ تعالیٰ ان ظالموں کو کیفرِ کردار تک پہنچائے اور ظالموں کے تسلط سے عوام کو بچائے اور انہیں انصاف پسند حکام عطا فرمائے۔

پاکستان میں بھی خاص طور پر احمدیوں پر ظلموں کی انتہاء ہو رہی ہے۔ ذہنی اور جسمانی دونوں طرح کی اذیتیں دی جا رہی ہیں۔ عام پاکستانی بھی ظلم کی چکی میں پس رہا ہے اور لگتا ہے کہ ان حالات کی جو شدت ہے وہ بڑھتی چلی جائے گی۔ یہ دہشت گرد گروپ جو ہیں یہ بھی حکومتوں کے پیدا کردہ ہیں اور اس لئے ان پر قابو پانا بھی ان کیلئے مشکل ہے۔ پس دعا ہی ہے جو ان ظالموں کو عبرت کا نشانہ بنا سکتی ہے، بہت دعاؤں کی ضرورت ہے۔ پاکستان سے بھی اللہ تعالیٰ ان ظالموں کو ختم کرے۔ اسی طرح دوسرے مسلمان ممالک ہیں۔ مصر ہے، لیبیا وغیرہ ہیں اور دوسرے بھی قریباً ہر جگہ حالات خراب ہیں۔

اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو عقل دے اور اسلام کو بدنام کرنے کی جو ان کی مذموم کوششیں ہیں ان سے محفوظ رکھے۔ جو بھی ظلم کرنے والے ہیں انہیں اللہ تعالیٰ عبرت کا نشان بنائے اور اللہ تعالیٰ ان ملکوں میں رہنے والے ہر احمدی کو ان کے شر سے محفوظ رکھے۔ (آمین)

◎ ... ◎ ... ◎ ... ◎

آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی حکمت و دانائی

منزہ ولی - برمنگھم ہارٹ لیک ساؤتھ

قرآنِ کریم میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللّٰهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ

(سورۃ الاحزاب:22)

ترجمہ: یقیناً تمہارے لئے اللہ کے رسول میں نیک نمونہ ہے۔

ہمارے پیارے محسنِ عظیم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت کے درخشاں پہلوؤں میں ایک نمایاں پہلو آپؐ کی حکمت و دانائی ہے جس نے تمام دنیا کو ایک ہاتھ پر جمع کر دیا۔ اپنی خداداد حکمت و دانائی سے تمام انسانوں کو ظلمت سے نکال کر نورانی راستوں سے ہمکنار کروایا یہ ہم سب پر وہ بڑا احسان ہے جس کی نظیر نہیں ملتی۔ آپؐ کے غلام حضرت مسیح موعود علیہ السلام اس بارہ میں فرماتے ہیں "در حقیقت یہ کامل اصلاح آپ ہی سے مخصوص تھی کہ آپ نے ایک قوم، وحشی سیرت اور بہائم خصلت کو انسانی عادات سکھلائے یا دوسرے لفظوں میں یوں کہیں کہ بہائم کو انسان بنایا اور پھر انسانوں سے تعلیم یافتہ انسان اور پھر تعلیم یافتہ انسانوں سے باخدا انسان بنایا اور روحانیت کی روح ان میں پھونک دی۔۔۔ بلاشبہ ہمارے نبی روحانیت قائم کرنے کے لحاظ سے آدمِ ثانی تھے بلکہ حقیقی آدم وہی تھے جن کے ذریعہ اور طفیل سے تمام انسانی فضائل کمال کو پہنچے اور تمام نیک قوتیں اپنے اپنے کام میں لگ گئیں اور کوئی شاخ فطرتِ انسانی کی بے بار و برنہ رہی۔

(لیکچر سیالکوٹ۔ روحانی خزائن جلد 20 صفحہ نمبر 206)

آپ کی حکمت و دانائی اور دانشمندی کو سراہتے ہوئے اپنے تو اپنے غیر مسلم بھی نہیں رہ سکے۔ اور آپ کی اس عظیم الشان خوبی کے بارہ میں برطانوی ادیب جارج برنارڈ شاہ لکھتے ہیں "مجھے یقین ہے کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) جیسا انسان آج کی جدید دنیا کو مطلق العنان حکمران کے طور پر مل جاتا تو وہ دنیا کے مسائل اس طرح حل کرنے میں ضرور کامیاب ہوتا اور انسانیت کو مطلوب امن اور خوشحالی کی دولت نصیب ہو جاتی"۔

Muhammad and teaching of Quran by John Davenport, Page127

اسی طرح آپ کی تعریف میں ایک اور غیر مسلم کے تاثرات ملاحظہ ہوں:

اینی بیسانٹ (Ani Besant) لکھتی ہیں

"عرب کے عظیم نبی کے بارہ میں پڑھتی ہوں تو مجھے اس عظیم عربی استاد کیلئے ایک نیا احساس پیدا ہوتا ہے اور اس کے لئے تعریف کا ایک نیا رنگ نظر آتا ہے"۔

(از الفضل 26 اکتوبر 2012 تا یکم نومبر 2012)

رحمت اللعالمین کی حکمت و دانائی کی چند حیرت انگیز مثالیں پیشِ خدمت ہیں:

1۔ مکہ سے مدینہ کی طرف ہجرت کے وقت جب آپؐ مدینہ پہنچے تو لوگ بھی آپؐ کے ساتھ ساتھ پیدل چل رہے تھے یہاں تک کہ آپؐ کی اونٹنی اُس جگہ پر جا کر بیٹھ گئی جہاں بعد میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد بنائی گئی۔۔۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (جب آپؐ کی اونٹنی وہاں بیٹھ گئی) فرمایا کہ انشاء اللہ یہاں ہمارے رہنے کی جگہ ہو گی چنانچہ بعد میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن دو یتیم لڑکوں سے جن کی وہ جگہ تھی اُن سے وہ زمین خرید کر مسجد بنانی شروع کی۔

(انوار العلوم صفحہ نمبر 569 سیرۃ النبیؐ)

یہ مثال اُس وقت کا نقشہ پیش کرتی ہے جب آپؐ کے انتظار میں مدینہ کا ہر شخص آپ کو اپنے یہاں قیام کروانے کا خواہشمند تھا۔ لیکن ہر شخص کی فدائیت کے احترام میں یہ فیصلہ اپنے آپ میں کمال دانائی پیش کرتا ہے۔

2۔ حکمت و دانائی سے اپنے ماتحتوں سے کام لینے کا عمدہ فن بھی آپؐ کی سیرتِ مبارکہ سے خوب واضح ہے۔ اپنے فرائض کی ادائیگی کا عمدہ نمونہ جو آپ نے اپنی حکمت و دانائی سے ہمیں سکھایا وہ خود آپ کی زندگی کا ذاتی عملی نمونہ تھا یعنی صحابہ کے ساتھ مل کر کام کرنا ہے۔ "مسجد نبوی کی تعمیر کے وقت آپؐ خود بھی صحابہ کے ساتھ اینٹیں ڈھوتے اور یہ شعر پڑھتے جاتے کہ "یہ بوجھ خیبر کا بوجھ نہیں بلکہ اے ہمارے رب یہ اس سے زیادہ پاکیزہ اور عمدہ ہے"۔ (انوار العلوم صفحہ نمبر 569 سیرۃ النبیؐ)

یہ وہ حکمت و دانائی ہے جس سے کام لے کر آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کی زندگیوں میں ایسی تبدیلی پیدا کر دی تھی کہ وہ معمولی انسانوں سے بہت زیادہ کام کرنیوالے ہو گئے۔ وہ ہر کام میں اپنے سامنے نمونہ دیکھتے کہ رسول خواہ کوئی بھی کام کرنے کا انہیں حکم دیتا ہے تو پہلے خود اس کام کی ابتداء کرتا ہے ورنہ دنیا کے ماتحت تو اکثر حکم دے کر خود آرام سے پیچھے بیٹھے رہتے ہیں لیکن افسر جب اس کے برعکس ہو گا تو افسر کے ساتھ ساتھ ماتحت بھی اپنی طاقت اور قوت کا سوال بھول کر کسی اور روح سے کام کرنے لگتے ہیں۔ غرض یہی حکمت و دانائی ہے جو مردہ دلوں کو زندگی بخش کر تازہ دم اور چست کر دیتی ہے۔

آپ نے اُمّی ہو کر جیسی حکمت و دانائی سے کام لیا اُس پر غیر مسلم بھی اقرار کئے بنا نہیں رہ سکے۔

Sir Thomas Carlyle لکھتے ہیں "آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اُمّی ہونے کے متعلق ایک اور بات ہمیں نہ بھولنی چاہیئے کہ انہیں کسی مدرسہ کی تعلیم میسّر نہ تھی۔۔۔ اُن کی تمام تعلیم صحرا کی بود و باش اور اُس کے تجربات کے گرد گھومتی ہے اس لامحدود کائنات، اپنے تاریک علاقہ اور اپنی انہی مادی آنکھوں اور خیالات سے وہ کیا کچھ حاصل کر سکتے ہیں۔ مزید حیرت ہوتی ہے کہ کتابیں بھی میسّر نہ تھیں، عرب کے تاریک بیابان میں سُنی سُنائی باتوں اور اپنے ذاتی مشاہدات کے علاوہ کچھ بھی علم نہ رکھتے تھے وہ حکمت کی باتیں جو آپ سے پہلے موجود تھیں یا عرب کے علاوہ دوسرے علاقہ میں موجود تھیں اُن کی رسائی نہ ہونے کے باعث وہ آپؐ کیلئے نہ ہونے کے برابر تھیں ایسے حکام اور علماء میں سے کسی نے اس عظیم انسان سے براہِ راست مکالمہ نہیں کیا۔ وہ اس بیابان میں تن تنہا تھا اور یونہی قدرت اور اپنی سوچوں کے محور میں پروان چڑھا۔

(از خطبہ جمعہ 5 اکتوبر 2012)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تمام زندگی حکمت و دانائی کی باکمال صفات سے بھرپور ہے۔ اس ضمن میں حضرت میر محمد اسحٰق صاحبؓ تحریر فرماتے ہیں:

"جب ہم مسلمانوں سے کہتے ہیں کہ اپنے پیشوا اور نبی کے حالات اور کارناموں کی فہرست پیش کرو۔ وہ اک ضخیم جلد ہمارے سامنے رکھ دیتے ہیں۔

(بقیہ صفحہ نمبر 13 پر)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا عشقِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

طیّبہ ودود-مارٹن ڈیل کیلگری

سیرت حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ہر رُخ قابلِ تقلید ہے اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سیرت کا ایک پہلو ایسا بھی ہے جسکا تعلّق آپ کے بے پایاں اور فَقیدال المثال عشقِ رسولِ عربی سے ہے۔ یہ عشقِ رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وسلم آپؑ کی روح کی غذا تھا۔ اِسی سے آپؑ کی ذات کا خمیر اُٹھایا گیا۔ اور اِسی میں ہر دم فنا رہتے ہوئے آپؑ کی زندگی کا لمحہ لمحہ بَسر ہُوا۔ عشق وفدائیت کے انداز اور محبتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی ادائیں اتنی متنوّع ہیں کہ اِن کا احاطہ کرنا انسان کے بس کی بات نہیں۔ مختصر الفاظ میں یوں کہہ سکتے ہیں کہ عشقِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم آپکی جان تھا اور آپکا سارا وجود عشقِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک شیریں پھل تھا۔ سچّی محبت کے جو بھی لوازمات اور اثرات ہو سکتے ہیں ان سے حضرت اقدسؑ کی زندگی کچھ اِسطرح بھری ہوئی ہے۔ جس طرح آسمان ستاروں سے بھرا ہوتا ہے۔

یہ بات ایک حقیقت ہے جو بلا خوف وتردید کہی جاسکتی ہے کہ محبّت اور عشق میں جو بلند مقام رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے عاشق صادق حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو حاصل ہُوا وہ آپکی تحریرات کے لفظ لفظ سے عشقِ محمدیؐ کی گواہی دیتا ہے۔ آپؑ کی ہر ادا میں حُسنِ محمدیؐ کا عکس دکھائی دیتا ہے۔ آپؑ کے ہر ارادے اور عزم میں ناموسِ محمدیؐ پر مر مٹنے کا لازوال جذبہ متلاطم نظر آتا ہے۔ عشق ومحبت کا کیا والہانہ اعلان ہے

جسمی یطیر الیک من شوقٍ علا
یالیت کانت قوۃ الطیران

(اے میرے محبوب! میری روح تو کب کی تیری ہو چکی اب تو میرا جسم بھی تیری طرف پرواز کرنے کی بے تاب تمنا رکھتا ہے۔ اے کاش مجھ میں اُڑنے کی طاقت ہوتی۔)

اپنے آقا و مطاع محمدِ عربی صلی اللہ علیہ وسلم کے بارہ میں آپؑ فرماتے ہیں۔

"وہ اعلیٰ درجہ کا نور جو انسان کو دیا گیا یعنی انسانِ کامل کو، ملائک میں نہیں تھا، نجوم میں نہیں تھا، قمر میں نہیں تھا، آفتاب میں نہیں تھا وہ زمین کے سمندروں اور دریاؤں میں نہیں تھا۔ وہ لعل اور یاقوت اور زمرد اور الماس اور موتی میں بھی نہیں تھا۔ غرض وہ کسی چیز ارضی وسماوی میں نہیں تھا۔ صرف انسان میں تھا۔ یعنی انسانِ کامل میں جس کا اتم اور اکمل اور اعلیٰ اور ارفع فرد ہمارے سیّد و مولیٰ سید الانبیاء محمد مصطفٰی صلی اللہ علیہ وسلم ہیں"۔ (آئینہ کمالاتِ اسلام صفحہ 160-161)

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام بالطبع بہت حلیم بُردبار اور مجسم شفقت تھے۔ لیکن اپنے محبوب آقا کی شان میں بے ادبی کا ایک لفظ نہ سُن سکتے تھے۔ ایک مقام پر آپؑ فرماتے ہیں:

"ان کے دِل آزار طعن و تشنیع نے جو وہ حضرت خیر البشرؐ کی ذاتِ والاصفات کے خلاف کرتے ہیں میرے دِل کو سخت زخمی کر رکھا ہے۔ خُدا کی قسم اگر میری ساری اولاد اور اولاد کی اولاد اور میرے سارے دوست اور میرے سارے معاون و مددگار میری آنکھوں کے سامنے قتل کر دیئے جائیں اور خود میرے ہاتھ اور پاؤں کاٹ دیئے جائیں اور میری آنکھ کی پتلی نکال پھینکی جائے اور میں اپنی تمام مُرادوں سے محروم کر دیا جاؤں اور اپنی تمام خوشیوں اور تمام آسائشوں کو کھو بیٹھوں تو ان ساری باتوں کے مقابل پر بھی میرے لیئے یہ صدمہ زیادہ بھاری ہے کہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر ایسے ناپاک حملے کیئے جائیں"۔ (ترجمہ عربی عبارت۔ آئینہ کمالاتِ اسلام صفحہ 15)

درود شریف کے حوالہ سے اپنے ایک تجربہ کا ذکر ان الفاظ میں فرمایا:

"ایک رات اِس عاجز نے اس کثرت سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر درود شریف بھیجا کہ دِل و جان اس سے مُعطّر ہو گئے۔ اُسی رات میں نے خواب میں دیکھا کہ فرشتے آبِ زلال کی شکل پر نور کی مشکیں اس عاجز کے مکان پر لئے آتے ہیں اور ایک نے اُن میں سے کہا کہ یہ وُہی برکتیں ہیں جو تو نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف بھیجی تھیں۔ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم"

(براہین احمدیہ حصہ چہارم حاشیہ در حاشیہ صفحہ 598)

دُنیا میں کسی عاشق نے اپنے محبوب کا اس محبت سے اور کثرت سے ذکر نہیں کیا ہو گا جس طرح اِس عاشقِ صادق نے ذکرِ حبیبؐ کا حق ادا کیا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ و السلام کی ساری زندگی رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت اور آپکے لائے ہوئے دین اسلام کی خدمت میں کُلیۃً وقف تھی۔ اسلام کے احیاء اور اسکی سربلندی کیلئے آپ نے دردمندانہ دُعائیں کیں اور اس شان سے قلمی جہاد کا حق ادا کیا کہ ہر محاذ پر مخالفینِ اسلام کے سب حملوں کو بُری طرح ناکام ونامُراد بنا دیا اور روحانی خزائن کی صورت جو زبردست لٹریچر پیدا کیا وہ اس فدائیانہ جہاد کی عظمت پر زندہ گواہ ہے اسی عاشقانہ خدمت کی بنا پر آپکے وصال پر آپکے مخالفین نے آپکو اسلام کے فتح نصیب جرنیل کے طور پر یاد کیا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا بے مثال عشقِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم آپکی زندگی تک محدود نہ تھا بلکہ اسکا سلسلہ آپکے وصال کے بعد بھی تاابد جاری رہے گا۔ آپکا کلام زندہ، آپکا اُسوہ زندہ ہے۔ آپؑ نے اللہ تعالیٰ کی توفیق سے تقویٰ شعاروں کی ایسی جانثار جماعت اپنی یادگار چھوڑی ہے جو نظامِ خلافت کے زیر سایہ عشقِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے جذبہ سے سرشار ہے۔ آج اللہ کے فضل سے کروڑوں احمدیوں کے سینہ میں اسوۂ پاکؐ کی محبت کا بحرِ بیکراں موجزن ہے۔ یہ ہے سچا فیضانِ ختمِ نبوّت جس نے جماعت احمدیہ کو عشقِ رسولؐ کا شیریں پھل حضرت امام الزماں کی صورت میں عطا فرمایا۔

ہمارے سَر تن سے جُدا ہو سکتے ہیں لیکن عشقِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی جو مے ہمیں پلائی گئی ہے اُسکا نشہ کبھی نہیں اُتر سکتا۔ رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے سب سے بڑے عاشق کے بابرکت الفاظ سے مضمون کو ختم کرتی ہوں۔

"تمام آدم زادوں کیلئے اب کوئی رسول اور شفیع نہیں مگر محمد مصطفٰی صلی اللہ علیہ وسلم سو تم کوشش کرو کہ سچی محبت اس جاہ وجلال کے نبی کے ساتھ رکھو اور اُس کے غیر کو اس پر کسی نوع کی بڑائی مت دو تا آسمان پر تم نجات یافتہ لکھے جاؤ"۔

(کشتی نوح صفحہ 13)

اللہ تعالیٰ ہم سبکو اسکی توفیق اور سعادت عطاء فرمائے۔ (آمین)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی علمی خدمات

وہ خزائن جو ہزاروں سال سے مدفون تھے — اب میں دیتا ہوں اگر کوئی ملے امیدوار

ماخوذ از مصباح مئی 1992

حضرت اقدس بانیٔ سلسلہ احمدیہ علیہ السلام ایسے وقت میں تشریف لائے جب دین حق پر انتہائی ضعف کی حالت تھی۔ دنیا کے تمام مذاہب یکجا ہو کر دینِ حق کے منور و درخشاں چہرے کو تاریک و تار اور داغدار کرنے کا ارادہ رکھتے تھے۔ دینِ حق کے عقائد اور تعلیم کا تمسخر اُڑایا جارہا تھا۔ شاہِ دوجہاں سرورِ کائنات فخر موجودات صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی ذات بابرکت پر انسانیت سوز الزامات لگائے جارہے تھے۔ عام کیا خواص بھی بیسیوں کی تعداد میں عیسائیت کی گود میں جارہے تھے۔ غیر تو غیر دینِ حق کے ماننے والے اپنے دین پر مرثیے لکھ رہے تھے اور عیسائی پادری یہاں تک دلیر ہو گئے تھے کہ انہوں نے دعویٰ کر دیا کہ اب صلیب کی چمکار مشرق و مغرب میں ہر جگہ جلوہ گر ہو گی۔ دینِ حق کی اس نازک حالت میں حضرت اقدسؑ دلائل و براہین کی تلوار لے کر کھڑے ہوئے اور آپؑ نے ببانگِ دُہل یہ منادی کی کہ

”کوئی ایسا ہے کہ اس میں میرا مقابلہ کرنے کی طاقت رکھتا ہو۔ میری سچائی کے لئے یہ کافی حجت ہے کہ میرے مقابل پر کسی قوم کو قرار نہیں اب جس طرح چاہو اپنی تسلی کر لو۔“

یہ فقط دعویٰ ہی نہیں تھا ”براہین احمدیہ“ کتاب پہلے سے موجود تھی جس میں کھلا چیلنج موجود تھا کہ یہ کتاب دینِ حق کی صداقت کو ثابت کرنے کے لیے کافی ہے۔ اگر کسی کو مقابلہ کرنے کی جرأت ہے تو اس کا رد لکھے۔ مگر دنیا کے کسی مذہب کے پیروکار نے یہ جرأت نہ کی کہ اس کا ردّ لکھ سکے اور یہ کتاب آج بھی موجود ہے۔ کون ہے جو اس کا ردّ پیش کر سکے۔

تھک گئے ہم توانہی باتوں کو کہتے کہتے
ہر طرف دعوتوں کا تیر چلایا ہم نے
آزمائش کے لئے کوئی نہ آیا ہر چند
ہر مخالف کو مقابل پہ بلایا ہم نے

حضرت بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ فرماتے ہیں:

”یہ رسائل جو لکھے گئے ہیں تائید الٰہی سے لکھے گئے ہیں۔ میں ان کا نام وحی اور الہام تو نہیں رکھتا مگر یہ تو ضرور کہتا ہوں کہ خدا تعالیٰ کی خاص اور خارق عادت تائید نے یہ رسالے میرے ہاتھ سے نکلوائے ہیں۔“ (سرّ الخلافہ: روحانی خزائن جلد 8 صفحہ 416)

ایک اور مقام پر آپؑ فرماتے ہیں:

”تحریر میں مجھے وہ طاقت دی گئی ہے کہ گویا میں نہیں بلکہ فرشتے لکھتے جاتے ہیں۔ گو بظاہر میرے ہی ہاتھ ہیں“۔

(مجموعہ اشتہارات جلد سوم صفحہ 161)

ایک عظیم الشان یادگاری اور سنہری موقع وہ تھا جب آپؑ کو ایک ہی مجلس میں دیگر سب مذاہب کے مقابل پر دینِ حق کی برتری اور فوقیت اس انداز میں پیش کرنے کی توفیق عطا ہوئی کہ آپ کا مضمون سننے کے بعد ہر کس و ناکس کی زبان پر یہ الفاظ جاری تھے کہ ”مضمون بالا رہا“۔ یعنی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی معرکۃ الآراء کتاب ”اسلامی اصول کی فلاسفی“ جو ایک لیکچر کی صورت میں 1896 میں جلسہ اعظم مذاہب لاہور میں پیش کی گئی۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ و السلام کے علم و معرفت کی ایک امتیازی شان یہ ہے کہ آپؑ کے جہاد کا دائرہ عالمگیر تھا اور تمام مذاہب کے لئے تھا۔

حضورؑ نے علوم کے خزانے کھول کر رکھ دیئے۔ آپؑ نے جہاں بیرونی طور پر دنیا کے تمام مذاہب پر دینِ حق کی دھاک بٹھادی وہاں دینِ حق کے بارے میں پیدا شدہ غلط فہمیوں کو بھی دور فرمایا۔ چنانچہ آپؑ نے

1۔ خدا تعالیٰ کا ثبوت اس کی کامل صفات سے دیا۔
2۔ اللہ تعالیٰ کی صفات کے متعلق لوگوں کے خیالات میں جو فساد پڑ گیا تھا اس کی اصلاح کی۔
3۔ کلام الٰہی کی فضیلت کو ظاہر کیا۔
4۔ قرآنِ کریم کو ناسخ و منسوخ کے جھگڑوں سے بری کیا۔
5۔ انبیاء کے متعلق غلط فہمیوں کو دور کیا۔
6۔ معجزات کے متعلق غلط فہمیوں کو دور کیا۔
7۔ شریعت کی عظمت کو قائم کیا۔
8۔ عبادات کی اصلاح کی۔
9۔ فقہ کی اصلاح کی۔
10۔ عورتوں کے حقوق کا قیام فرمایا۔
11۔ انسانی اعمال کی اصلاح کی۔
12۔ دینِ حق اور اسکے ماننے والوں کی ترقی کے سامان کیے۔
13۔ امنِ عامہ کو قائم کیا۔ اور اسکی اصلاح فرمائی۔

یہ سب امور ہیں جن کے بارے میں حضورؑ نے قلم سے جہاد کیا اور دین حق کی ایسی خدمت کی جس کی نظیر نہیں ملتی۔ چنانچہ آپؑ کے مخالف مولوی محمد حسین بٹالوی کا قلم بھی یہ اقرار کرنے پر مجبور ہوا کہ

”ہمارے ان الفاظ کو کوئی ایشیائی مبالغہ سمجھے تو ہمیں کوئی کم سے کم ایسی کتاب بتادے جس میں جملہ فرقہ ہائے مخالفین دینِ حق سے اس زور و شور سے مقابلہ پایا جاتا ہو اور دو چار ایسے اشخاص انصارِ دینِ حق کی نشاندہی کریں جنہوں نے دینِ حق کی جانی و قلبی و لسانی کے علاوہ مالی نصرت کا بیڑہ اٹھایا ہو“۔

(اشاعۃ السنۃ جلد 7 صفحہ 169)

سیّدنا حضرت بانیٔ سلسلہ عالیہ احمدیہؑ کیا خوب فرماتے ہیں:۔

صفِ دشمن کو کیا ہم نے بحجّت پامال
سیف کا کام قلم سے ہے دکھایا ہم نے

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مقدس زندگی کا ایک ایک دن اس بات پر گواہ ہے کہ دینِ حق کے اس بطلِ جلیل نے اپنی بعثت کے مقصد کی خاطر جان کی بازی لگادی اور خداداد طاقت و قوت کا ایک ایک ذرّہ اس راہ میں ہمیشہ وقف کئے رکھا۔ آپؑ نے اس فرض کو ایک عبادت سمجھ کر ادا کیا اور آپؑ کی ساری زندگی اسی مقدّس جہاد میں صَرف ہوئی۔ آپؑ نے اپنی کُتب، اشتہارات، تقاریر، مناظرات، مباحثات اور گفتگو کے ذریعہ دین کی سچی اور حقیقی تصویر دنیا کے سامنے پیش کی۔ ہمارا اوّلین فرض ہے کہ جو علمی شاہکار، روحانی خزائن کے طور پر آپؑ نے یادگار چھوڑے ہیں۔ ہم ان زندگی بخش کلمات کو بار بار پڑھیں اور یہ روحانی خزانہ تمام دنیا میں پھیلائیں۔

پیشگوئی مصلح موعود اور اُس کا حقیقی مصداق

سعیدہ باسط بقاپوری۔ احمدیہ ابوڈ آف پیس

اللہ تعالیٰ جب اپنے مامورین اور مُرسلین کو دنیا میں مبعوث کرتا ہے تو کثرت کے ساتھ امورِ غیبیہ ان پر ظاہر کرتا ہے اور اپنے دستِ قدرت سے آسمانی نشانات اور معجزات کے ذریعہ ان کی تائید و نصرت فرماتا ہے۔ اس آخری زمانہ میں جب اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو مبعوث فرمایا تو اپنی اس قدیم سنت کے موافق کثرت کے ساتھ ارضی و سماوی معجزات و نشانات آپؑ کو عطا فرمائے۔ آپؑ کے صداقت کے نشانوں میں سے ایک اہم اور غیر معمولی عظمت کا حامل نشان پیشگوئی مصلح موعود ہے۔ اس پیشگوئی کا پورا ہونا نہ صرف جلالِ الٰہی کے ظہور کا موجب بنا بلکہ دینِ حق کی صداقت، اکملیت و افضلیت کا بے مثال اور یگانہ نشانِ رحمت بنا۔ 22 جنوری 1886ء کو آپؑ نے خدائی اِذن کے مطابق ہوشیار پور میں چلّہ کشی کرنے کے بعد جو پیشگوئی موعود بیٹے کی ولادت کے بارہ میں فرمائی وہ ایسی ہے کہ مذہبی تاریخ میں عدیم المثال ہے۔ خدا کے فرستادہ کو جب خدا نے یہ پیشگوئی عطا کی تو آپؑ نے 20 فروری 1886ء کو ایک اشتہار ”رسالہ سراجِ منیر برنشان ہائے ربِ کریم“ کے نام سے تحریر فرمایا جو اخبار ریاضِ ہند امرتسر یکم مارچ 1886ء میں بطور ضمیمہ شائع ہوا۔ جس میں پیشگوئی کے پُرشوکت کلمات درج تھے۔

” خدائے رحیم و کریم بزرگ و برتر نے جو ہر چیز پر قادر ہے (جَلَّ شانہٗ وَعزّ اسمہٗ) مجھ کو اپنے الہام سے مخاطب کر کے فرمایا! کہ میں تجھے ایک رحمت کا نشان دیتا ہوں اسی کے موافق جو تو نے مجھ سے مانگا۔ سو میں نے تیری تضرعات کو سنا اور تیری دعاؤں کو اپنی رحمت سے بہ پایہ قبولیت جگہ دی۔ اور تیرے سفر کو (جو ہوشیار پور اور لدھیانہ کا سفر ہے) تیرے لئے مبارک کر دیا۔ سو قدرت اور رحمت اور قربت کا نشان تجھے دیا جاتا ہے۔ فضل اور احسان کا نشان تجھے عطا ہوتا ہے اور فتح اور ظفر کی کلید تجھے ملتی ہے۔ اے مظفر تجھ پر سلام۔ خدا نے یہ کہا تا وہ جو زندگی کے خواہاں ہیں موت کے پنجہ سے نجات پاویں۔ اور وہ جو قبروں میں دبے پڑے ہیں باہر آویں اور تا دینِ اسلام کا شرف اور کلام اللہ کا مرتبہ لوگوں پر ظاہر ہو۔ اور تا حق اپنی تمام برکتوں کے ساتھ آجائے اور باطل اپنی تمام نحوستوں کے ساتھ بھاگ جائے اور تا لوگ سمجھیں کہ میں قادر ہوں۔ جو چاہتا ہوں سو کرتا ہوں اور تا وہ یقین لائیں کہ میں تیرے ساتھ ہوں اور تا انہیں جو خدا کے وجود پر ایمان نہیں لاتے اور خدا اور خدا کے دین اور اُس کی کتاب اور اُس کے پاک رسول محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم کو انکار اور تکذیب کی نگاہ سے دیکھتے ہیں، ایک کھلی نشانی ملے اور مجرموں کی راہ ظاہر ہو جائے۔ سو تجھے بشارت ہو کہ ایک وجیہہ اور پاک لڑکا تجھے دیا جائے گا۔ ایک ذکی غلام (لڑکا) تجھے ملے گا۔ وہ لڑکا تیرے ہی تخم سے تیری ہی ذریت و نسل ہو گا۔ خوبصورت پاک لڑکا تمہارا مہمان آتا ہے۔ اس کا نام عنموائیل اور بشیر بھی ہے۔ اس کو مقدس روح دی گئی ہے۔ اور وہ رجس سے پاک ہے۔ وہ نور اللہ ہے۔ مبارک وہ جو آسمان سے آتا ہے۔ اس کے ساتھ فضل ہے جو اس کے آنے کے ساتھ آئے گا۔ وہ صاحبِ شکوہ اور عظمت اور دولت ہو گا۔ وہ دنیا میں آئے گا اور اپنے مسیحی نفس اور روح الحق کی برکت سے بہتوں کو بیماریوں سے صاف کرے گا وہ کلمۃ اللہ ہے کیونکہ خدا کی رحمت و غیوری نے اسے کلمہ تمجید سے بھیجا ہے۔ وہ سخت ذہین و فہیم ہو گا اور دل کا حلیم اور علوم ظاہری و باطنی سے پُر کیا جائے گا اور وہ تین کو چار کرنے والا ہو گا (اس کے معنی سمجھ میں نہیں آئے) دوشنبہ ہے مبارک دو شنبہ فرزند دلبند گرامی ارجمند۔ مَظْھَرُ الْاَوَّلِ وَالْاٰخِرِ۔ مَظْھَرُ الْحَقِّ وَالْعَلَاءِ کَاَنَّ اللّٰہَ نَزَلَ مِنَ السَّمَاءِ ۔ جس کا نزول بہت مبارک اور جلال الٰہی کے ظہور کا موجب ہو گا۔ نور آتا ہے نور جس کو خدا نے اپنی رضامندی کے عطر سے ممسوح کیا۔ ہم اس میں اپنی روح ڈالیں گے اور خدا کا سایہ اسکے سر پر ہو گا۔ وہ جلد جلد بڑھے گا اور اسیروں کی رُستگاری کا موجب ہو گا اور زمین کے کناروں تک شہرت پائے گا اور قومیں اس سے برکت پائیں گی۔ تب اپنے نفسی نقطہ آسمان کی طرف اُٹھایا جائے گا۔ وَکَانَ اَمْرًا مَقْضِیًّا۔“

(مجموعہ اشتہارات جلد اوّل صفحہ 100 تا 101)

پھر 22 مارچ 1886ء کو آپؑ نے ایک اشتہار کے ذریعہ یہ شائع فرمایا کہ یہ موعود بیٹا 9 سال کے عرصہ میں ضرور پیدا ہو گا چنانچہ پیشگوئی کے عین مطابق 12 جنوری 1889ء کو اس مبارک وجود کا ظہور ہوا جس کا نام بشیر الدین محمود احمد رکھا گیا عالَمِ رنگ و بو میں کروڑوں بچے تولّد ہوئے لیکن جو شانِ دلربائی جو رنگِ یکتائی اور جو بوئے مسیحائی پیارے محمود کی ذات میں جلوہ افروز ہوئی وہ واقعی اسی اِسم بامسمّٰی محمود کا ہی حصہ تھی۔ وہی موعود وجود! وہی سعادتمند مولود! مظہر الحق والعلاء! جو آج سے پورے 128 سال پیشتر انہی ایّام میں ایک چشمِ گریاں کے اشکوں کے انجماد سے موتی کے قالب میں ڈھلا، ایک مضطرب سینہ سے نکلی ہوئی دعاؤں کا ثمر ہوا۔ اور وہ جو تاریکیوں میں نور کی نوید لے کر آیا۔ وہی نور جس کو خدا تعالیٰ نے اپنی رضامندی کے عطر سے ممسوح کیا تھا۔ اس کی خوشبو پھیلی اور مشامِ عالَم کو معطر کر گئی۔ بہت سی قوموں نے اس سے برکت پائی یہاں تک کہ زمین کے کناروں تک اس نے ضیاء پاشی کی۔

حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا دورِ خلافت جماعتی ترقی اور کامیابی کے لحاظ سے بہت نمایاں دور تھا۔ خدا تعالیٰ کے فضل سے آپؓ کو جماعتی خدمت کے لئے نصف صدی سے زیادہ توفیق ملی۔ اس لمبے زمانہ کا ہر دن بلکہ ہر لحہ یہ گواہی دیتا رہا کہ آپؓ کے ساتھ خدا تعالیٰ کی تائید ہے اور حاسدوں کا حسد اور دشمنوں کی دشمنی آپؓ کے انقلابی اقدامات و اصلاحات کے رستہ میں کسی قسم کی کوئی روک نہ پیدا کر سکی بلکہ مزید ترقی و بہتری کا باعث بنتی رہی۔

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہٖ العزیز پیشگوئی مصلح موعود پر 125 سال پورے ہونے پر فرماتے ہیں:۔

”یہ پر شوکت پیشگوئی تھی جس نے حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت کے باون سالہ دور میں ثابت کر دیا کہ کس طرح وہ شخص جلد جلد بڑھا؟ کس طرح اُس نے دنیا میں اسلام کے کام کو تیزی سے پھیلایا؟ مشن قائم کئے، مساجد بنائیں۔ آپ کے وقت میں باوجود اس کے کہ وسائل بہت کم تھے ،مالی کشائش جماعت کو نہیں تھی ،دنیا کے چونتیس پینتیس ممالک میں جماعت کا قیام ہو چکا تھا۔۔۔ اسی طرح جماعتی نظام کا موجودہ ڈھانچہ حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ہی تشکیل دیا تھا جو آج تک چل رہا ہے۔۔۔ ہر کام آپ کی ذہانت اور فہم کا منہ بولتا ثبوت ہے۔ قرآن کریم کی تفسیر ہے اور دوسرے علمی کارنامے ہیں جو آپ کے علوم ظاہری و باطنی سے پُر ہونے کا ثبوت ہیں۔“

(خطبہ جمعہ 18 فروری 2011)

20 فروری 1944 کو ہوشیار پور میں ایک تاریخی جلسہ منعقد ہوا جس میں آپؓ نے پیشگوئی مصلح موعود کا حقیقی مصداق ہونے کا اعلان نہایت پر شوکت اور مؤثر رنگ میں فرمایا اور وہ نظارہ بہت رُوح پرور اور وجد آفرین تھا جب حضور نے اُس مکان کی طرف اشارہ کرتے ہوئے جس میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ و السلام نے چلّہ کشی فرمائی تھی فرمایا کہ ”میں جو کچھ کہتا ہوں وہ یہ ہے کہ وہ پیشگوئی جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ و السلام پر اس شہر ہوشیار پور میں سامنے والے مکان میں نازل ہوئی جس کا اعلان آپ نے اس شہر سے فرمایا وہ پیشگوئی میرے ذریعہ سے پوری ہو چکی ہے اور اب کوئی نہیں جو اس پیشگوئی کا مصداق ہو سکے۔“

(الفضل 19 فروری 1956)

جماعت احمدیہ کی تاریخ میں بہت سے نازک مراحل آئے لیکن عشاقِ احمدیت کا یہ کارواں اپنے صاحبِ شکوہ، مسیح نفس امام کی قیادت میں ہمیشہ امن اور سلامتی کے ساتھ آگے سے آگے بڑھتا گیا۔ 1947ء میں جب برِصغیر کی تقسیم عمل میں آئی تو جماعت احمدیہ کو اپنے مقدس مرکز قادیان سے ہجرت کرنی پڑی۔ یہ وقت جماعت کے لئے بہت ہی کٹھن تھا لیکن حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس نازک دور میں جماعت کی حفاظت اور راہنمائی کا فریضہ انتہائی خوش اسلوبی سے ادا فرمایا۔

آپؓ نے کمال فراست اور حکمت عملی سے کام لیتے ہوئے نہ صرف افرادِ جماعت کی جانی و مالی حفاظت کا انتظام کیا بلکہ پاکستان میں جماعت کے لئے نیا مرکز بھی قائم کر دیا۔ دوسری طرف آپؓ نے مقاماتِ مقدسہ کی حفاظت کے لئے احمدیوں کو قادیان میں آباد رکھنے کا بھی نہایت اعلیٰ انتظام کیا۔ یہ آپؓ کا خدا تعالیٰ پر کامل توکل اور انحصار تھا۔ چنانچہ آپؓ فرماتے ہیں:۔

”میں جب قادیان سے آیا ہوں تو میں نے خیال کیا کہ جو لوگ وہاں بیٹھے ہیں ان کے لئے صدقہ دیتے رہنا چاہئے۔ چنانچہ جب تک آخری قافلہ نہیں آیا میں 25 روپے روزانہ صدقہ دیتا تھا اور یہ ساڑھے سات سو روپے ماہوار بنتا ہے۔ جب قافلے آ گئے اب سو روپے ماہوار صدقہ دیتا ہوں تا خدا تعالیٰ وہاں رہنے والوں کو محفوظ رکھے“۔

(تاریخ احمدیت جلد 11 صفحہ 78)

پس 20 فروری کا دن اسلام کی نشأۃ ثانیہ کا دن ہے۔ یہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اُن دعاؤں کی قبولیت کا دن ہے جو آپ نے مخالفینِ اسلام کو زندہ و تابندہ نشان دکھانے کے لئے اپنے مولا کریم کے حضور کیں۔ اِس عظیم الشان نشانِ آسمانی کی اہمیت و عظمت کو احباب جماعت کے ذہنوں میں مستحضر کرنے کے لئے اور اس کے فیوض و برکات سے دنیا کو روشناس کرانے کے لئے جماعت احمدیہ 20 فروری کا دن یوم مصلح موعود کے طور پر مناتی ہے۔

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز اسی ضمن میں فرماتے ہیں کہ

”بعض لاعلم احمدی جو مختلف جگہوں سے خطوں میں لکھ دیتے ہیں، یہاں بھی سوال کر دیتے ہیں کہ ہم یوم مصلح موعود کیوں مناتے ہیں، باقی خلفاء کے دن کیوں نہیں مناتے ان پر واضح ہو گیا ہو گا کہ مصلح موعود کی پیشگوئی کا دن ہم ایمانوں کو تازہ کرنے اور اُس عہد کو یاد کرنے کے لئے مناتے ہیں کہ ہمارا اصل مقصد اسلام اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت کو دنیا میں قائم کرنا ہے۔ یہ کوئی آپ کی پیدائش یا وفات کا دن نہیں ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی دعاؤں کو قبول کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے آپؑ کی ذریت میں سے ایک شخص کو پیدا کرنے کا نشان دکھلایا تھا جو خاص خصوصیات کا حامل تھا جس نے دنیا پر اسلام کی حقانیت ثابت کرنی تھی اور اسکے ذریعہ نظام جماعت کے لئے کئی اور ایسے راستے متعین کر دیئے گئے کہ جن پر چلتے ہوئے بعد میں آنے والے بھی ترقی کی منازل طے کرتے جائیں گے۔ پس یہ دن ہمیشہ اپنی ذمہ داری کا احساس کرواتے ہوئے اسلام کی ترقی کے لئے اپنی صلاحیتوں کو استعمال کرنے کی طرف توجہ دلاتا ہے اور دلانے والا ہونا چاہئے نہ کہ صرف ایک نشان کے پورا ہونے پر علمی و ذوقی مزہ لے لیا۔ اللہ تعالیٰ اسکی توفیق عطاء فرمائے۔“ (خطبہ جمعہ 20 فروری 2009)

پس حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بابرکت وجود اللہ تعالیٰ کی قدرتوں کا ایک زندہ نشان تھا۔ اس سال 14 مارچ 2014ء کو آپؓ کی خلافت کو پورے سو سال ہو رہے ہیں ہماری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے درجات اپنے قرب میں بلند سے بلند فرماتا رہے اور جس جذبہ اور اولوالعزمی کے ساتھ آپؓ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عظیم روحانی فرزند حضرت مرزا غلام احمد قادیانی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مشن کو تکمیل کے مراحل کی طرف پورے زور کے ساتھ کھینچا اور جماعت احمدیہ کی ہر تنظیم کو کمال تک پہنچایا، خدا کرے کہ ہر احمدی اس جذبہ کے ساتھ خلیفۂ وقت کے دامن سے وابستہ ہو کر سلسلہ عالیہ احمدیہ کے لئے نہایت ہی مفید اور کار آمد وجود بن جائے۔ آمین

تجھ پر خدا کی رحمتیں نازل ہوں بے شمار
تو خود نشانِ رحمتِ ربِ غفور تھا

(بقیہ از صفحہ نمبر 9)

جب ہم اس کو کھول کر دیکھتے ہیں تو خدا کی قسم بغیر مبالغہ کے کہتا ہوں کہ اس کا ہر صفحہ سنہری حروف میں لکھا ہوا پاتا ہوں۔۔۔ اسکے کسی نمبر میں عدم علم کا عذر نہیں۔ بلکہ اس میں ایسی عجیب باتیں اور ایسے ایسے کارنامے لکھے ہوئے ہیں کہ جن کی فہرست ہی نہیں بن سکتی اور جو کسی شمار کی حد میں نہیں آسکتے۔ اور پھر پوچھو تو تمام کارنامے 63 سال میں نہیں 23 سال میں نہیں بلکہ صرف مدنی زندگی کے دس سال میں دکھائے گئے تھے۔۔ یقین نہیں آتا کہ ایک شخص وہ بھی اُمّی، وہ بھی غریب، وہ بھی یتیم، پھر وہ بھی کہ ساری قوم اس کو چھوڑ چکی ہے اور خود اس کو گھر سے بھاگ کر غاروں میں چھپنا پڑتا ہے۔ وہ یہ کارنامے دکھلاتا ہے۔۔ (انسانِ کامل۔ صفحہ 8)

خدا تعالیٰ سے دعا ہے کہ ہم حقیقی معنوں میں اُسوۂ رسولؐ پر عمل پیرا ہونے والے ہوں اور چراغ سے چراغ جلاتے رہیں۔

علم و حکمت کے عطر سے معطر شہزادہ

”وہ سخت ذہین و فہیم ہوگا“

شکیلہ طاہر صاحبہ

اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو بطور نشان حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد، خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ، مصلح موعود و فضلِ عمر کے متعلق جو الہام فرمایا اسے ”سبز اشتہار“ کے نام سے شائع کیا گیا۔

اس الہام کے گلدستہ کی ایک کلی ”وہ سخت ذہین و فہیم ہوگا“ کے معجزانہ رنگ و خوشبو سے ہم پورے گلدستہ کی طرح مستفیض ہو رہے ہیں۔

”وہ سخت ذہین و فہیم ہوگا“ کے موضوع پر قلم اٹھاتے ہوئے اللہ تعالیٰ کے انتخاب کی معتبری کی جانب توجہ ہوئی۔ اور احساس ہوا کہ عموماً روزمرہ زبان میں کسی بھی خوبی یا صفت کی زیادتی کیلئے ”بہت“، ”بہت زیادہ“ یا ”بہت ہی زیادہ“ جیسے الفاظ استعمال کئے جاتے ہیں لیکن اللہ تعالیٰ نے ذہین اور فہیم کیلئے ایک انتہائی جامع لفظ ”سخت“ منتخب فرمایا۔ اس کے مختلف معنوں میں سے ”پکا“ مضبوط اور ”ٹھوس“ وغیرہ شامل ہیں۔ اس حوالہ سے اس کے معنی یہ سمجھ آتے ہیں کہ موعود فرزند ٹھوس، مضبوط اور پکی بنیادوں پر مبنی عقل و ذہانت سے نوازا جائے گا۔ ہمارے پیارے رب نے محض اپنے فضل و کرم سے اندھیروں سے نور کی جانب بڑھنے کا راستہ دکھانے کیلئے ہر دور میں اپنے کلام اور مرسلین کے ذریعے انتظام کیا۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

”۔۔۔پس اللہ کا تقویٰ اختیار کرو! اے عقل والو جو ایمان لائے ہو اللہ نے تمہاری طرف ایک عظیم ذکر نازل کیا ہے۔ ایک رسول کے طور پر جو تم پر اللہ کی روشن کر دینے والی آیات تلاوت کرتا ہے تاکہ ان لوگوں کو جو ایمان لائے اور نیک عمل بجالائے اندھیروں سے روشنی کی طرف نکالے۔ (الطلاق:11-12)

سو لازمی تھا کہ اس دجالی دور میں الٰہی نور سے مستفیض ذہانت و فہم سے حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نوازے جائیں۔ اس آسمانی فیض کے متعلق اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ:

” خدا تعالیٰ نے تجھ کو وہ علوم عطا کئے جو تو خود بخود نہیں جان سکتا تھا“۔ (سورۃ النساء:114)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام علم، کتاب اور حکمت کی تشریح میں تحریر فرماتے ہیں:

”معرفت کو خدا تعالیٰ نے حقیقتِ اسلامیہ کے حصول کا ذریعہ ٹھہرایا ہے اور اگرچہ حصول حقیقتِ اسلام کے وسائل اور بھی ہیں جیسے صوم و صلوٰۃ اور دعا اور تمام احکام الٰہی جو 600 سے کچھ زیادہ ہیں لیکن علم و عظمت و واحدانیت ذات اور معرفت شیون و صفات جلالی و جمالی حضرت باری عزّاسمہ وسیلۃ الوسائل اور سب کا موقوف علیہ ہے کیونکہ جو شخص غافل دل اور معرفت الٰہی سے بکلی بے نصیب ہے وہ کب توفیق پا سکتا ہے کہ وہ صوم و صلوٰۃ بجالاوے یا دعا کرے اور خیرات کی طرف مشغول ہو۔ ان سب اعمالِ صالحہ کا محرک تو معرفت ہی ہے“۔

(آئینہ کمالاتِ اسلام صفحہ نمبر 187-188)

حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ علم و حکمت اور معرفتِ الٰہیہ سے مزیّن وہ برگزیدہ ہستی ہیں جن کی علمی و روحانی صلاحیتوں نے آج تک اپنا لوہا منوایا ہے۔ اُن کی انتظامی حکمتِ عملیوں میں سے ایک خاص کاوش ذیلی تنظیموں کے قیام کا عمل ہے۔ جس سے ہم آسمانِ تاریخِ احمدیت کو چمکتا اور روشن پاتے ہیں۔ یہ وہ چمکتے ستارے ہیں جن سے حق و سلامتی کے طلبگار، راہِ ہدیٰ کا سفر با آسانی رضائے الٰہی کی منزل پاتے ہوئے مکمل کر سکتے ہیں۔ آپ نے اللہ تعالیٰ سے حاصل کردہ علوم و معارف کے باعث جماعت کو اعمالِ صالحہ کی بجا آوری کیلئے اپنی دور بین نگاہوں سے پُر حکمت نکات بروئے کار لا کر جماعتی تنظیموں کی ایک شاندار سلطنت تعمیر کر دی۔ جن کی مضبوط شاخیں دنیا بھر میں پھیلی ہوئی ہیں جو اپنی نوعیت اور مقابلہ کے لحاظ سے ہر ملک میں بسنے والے احمدیوں کی ضروریات پوری کر رہی ہیں۔

عموماً کارگردگی کو بہتر بنانے کیلئے انتظامی امور میں جو حکمتِ عملیاں اختیار کی جاتی ہیں ان میں دو اصطلاحیں استعمال کی جاتی ہیں:

1) ”ہاتھی کی سونڈ جیسی حکمتِ عملی یعنی صرف ایک پہلو کو مدّنظر رکھ کر کام کرنا۔ Elephant trunk Strategy.

2) آکٹوپس کی ٹانگوں جیسی حکمتِ عملی Octopus legs strategy یعنی کئی طریقوں سے کام کی تکمیل کا احاطہ کرنا۔

حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ہر کام اور عمل اور تحریک اور تنظیم مؤخر الذکر حکمتِ عملی کا زندہ ثبوت ہے۔

انتظامی تنظیموں کی ماہرانہ تشکیل دینی و دنیوی روحانی و جسمانی اجتماعی و انفرادی غرض ہر پہلوئے زندگی کا بہت عمدگی سے احاطہ کئے ہوئے ہے۔ اقتدار کی خواہش سے پاک ممبرانِ جماعت کی جانب سے منتخب کردہ نمائندوں پر مشتمل نظارتیں، وکالتیں اور دیگر دفاتر قائم و دائم ہیں۔ ہر ملک میں قائم جماعت، خلیفہ وقت کے زیرِ سایہ امارت کے شعبہ کے تحت مرکزی دفاتر چلاتی ہے اور اسی کے ماتحت ذیلی تنظیمیں ایک گھر کی طرح ہر انفرادی رکن کی نشوونما اور ترقی کا سامان اپنے اندر رکھتی ہیں۔ ان ذیلی تنظیموں کے ڈھانچہ پر نظر ڈالنے سے قبل ایک احمدی سے وابستہ آپؑ کی کیا اُمیدیں تھیں اُن کے بارے میں چند پہلوؤں پر روشنی ڈالتے ہیں۔

فرض: اسلام کی تعلیمات بُری طرح مسخ ہو چکی ہیں انہیں رسم و بدعات اور مکروہات سے نکال کر توحید کے پانی سے باوضو کر کے اور اسوۂ حسنہ کے عطر سے معطر کر کے دنیا کو اسلام کا اصل حسین اور خوبصورت چہرہ دکھانا ہمارا اوّلین فرض ہے۔

لائحہ عمل: ان تنظیموں کا مقصد ہر ایک سلیم طبیعت کے صحنِ دل میں قرآن کی سلطنت قائم کرنا ہے۔

فائدہ: خلافت کے زیرِ نگرانی ان تنظیموں سے وابستگی حق کے طالبوں کو دنیا کی ہولناک تاریکیوں سے بچاتی ہے۔

عہد: ذیلی تنظیموں کی تقسیم فرما کر ہر ذیلی تنظیم کو عہد عطاء فرمائے اور ان کے لئے ضروری قرار دیا کہ اپنے اجلاس سے پہلے کلمہ شہادت پڑھ کر اپنا عہد دُہرائیں۔

معاشرہ کی تنظیمی، علمی اور تمدّنی ضروریات کے پیشِ نظر جس طرز پر آپؓ نے تمام تنظیموں کا قیام فرمایا اسکی ترتیب کچھ یوں ہے۔

1) مجلس انصاراللہ (40 سال سے اوپر مرد حضرات)

حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی سخت ذہین و فہیم شخصیت نے سب سے پہلے 21 سال کی عمر میں 19 اپریل 1911ء کو حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں ''انجمن انصاراللہ'' کی بنیاد رکھی۔اس کے سب سے پہلے رُکن حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل رضی اللہ عنہ تھے۔

2-لجنہ اماء اللہ: (15 سال سے اوپر کی خواتین)

ایک مفکر کا قول ہے: "If you wish to know how civilized a culture is, look at how they treat its women" .(Bochal Khan).

یعنی اگر کسی معاشرے کے متعلق یہ جاننا ہو کہ کتنا مہذب ہے تو وہاں کے لوگوں کا اپنی خواتین کے ساتھ برتاؤ دیکھنا چاہئے۔اس قول کی شکل میں دنیا کے سامنے یہ عظیم الشان مثال ہے کہ حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی کمال حکمت و فراست کے باعث 25 دسمبر 1922 کو اپنی حرم حضرت امتہ الحئ رضی اللہ عنہا کی تحریک پر لجنہ اماء اللہ کی تنظیم کی بنیاد رکھی۔

حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا فرمان کہ

''اگر تم پچاس فیصد عورتوں کی اصلاح کر لو تو اسلام کو ترقی حاصل ہو جائے گی''۔ کے مطابق آپ نے خواتین کی دینی و دنیوی اصلاح کے گراں قدر پُر حکمت اقدامات فرمائے۔آپؓ نے لجنہ کی تعلیم و تربیت اور آئندہ نسلوں کے سنور جانے کیلئے تمام ذیلی تنظیموں کا جو ڈھانچہ مرتب فرمایا اُس میں انسانی زندگی کا ہر پہلو موجود ہے اور ہر ضرورت اپنے آپ میں ایک مکمل حکمت نامہ ہے۔

3)ناصرات الاحمدیہ: (7 سے 15 سال کی عمر کی بچیاں)

لجنہ اماء اللہ کے بعد جولائی 1928 میں بچیوں کے لئے ''ناصرات الاحمدیہ'' کی تنظیم کی بنیاد پڑی۔

4)خدام الاحمدیہ: (16 سے 40 سال کی عمر کے نوجوان)

31 جنوری 1938 میں حضور رضی اللہ عنہ نے قومی کاموں کی ترقی کیلئے قادیان کے چند نوجوانوں کی تحریک پر مجلس خدام الاحمدیہ کا قیام فرمایا۔

5)اطفال الاحمدیہ: (7 سے 15 سال کی عمر کے بچے)

26 جولائی 1940 کو حضور رضی اللہ عنہ نے 8 سے 15 برس کی عمر تک کے بچوں کو منظم کرنے کیلئے ''اطفال الاحمدیہ'' کے نام سے اُن کی جماعت بنائی۔

الحمد للہ ہماری خوش قسمتی ہے کہ ہمارا شمار اس وقت اپنے پیارے نبی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ماننے والوں میں سے ہے۔اُن ہی کے ارشاد کی بجاآوری میں ہمیں امام الزمان حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو قبول کرنے کی توفیق نصیب ہوئی اور اس سعادت کے طفیل مصلح موعودؓ کے ''سخت ذہین و فہیم'' وجود کا بابرکت سایہ ملا جن کی کامیابیوں و کامرانیوں سے ہمکنار تنظیموں اور تحریکوں سے ہمارے قلب و ذہن ضیاء یافتہ وجود بن رہے ہیں۔

اللہ تعالیٰ ان متبرک ہستیوں کے درجات بلند فرماتا چلا جائے جنہوں نے اپنی صاحب بصیرت نظر سے ان بزرگوں کی بزرگی کو پہچانا اور انہیں قبول کر کے ہم پر اور اپنی آئندہ نسلوں پر احسانِ عظیم کیا۔اللہ تعالیٰ ہمیں توفیق عطاء فرمائے کہ ہم اور ہماری نسلیں تا قیامت خلافت اور اس سے وابستہ تنظیموں کی بدولت اپنی دنیا اور عاقبت سنوار سکیں۔نیز معاشرے کے نافع الناس وجود بن کر اللہ تعالیٰ کے جمال اور جلال کو ظاہر کرنے والے بنیں۔اس طرح دنیا میں امن ، سلامتی، محبت اور ہمدردی کے پیامبر بن کر محبتِ الٰہی سے سرشار وجود بنیں۔ آمین۔

تُوملے تو جی اُٹھوں

امتہ الباسط صاحبہ- درہم

تیرے در پہ آئی ہے اس زماں کی آسیہ — مجھ کو بس اِک تُو ملے یہ التجا یہ التجا

موسیٰ والی آسیہ کو اُس جہاں کا گھر ملا — میں تو مانگوں حسنۃً فی الدّنیا و لآخرہ

تجھ سے مانگوں تجھ سے پاؤں ایسا کر تُو اے خدا — میری رُوح نوروں نہائے میری جبیں ایسے سِجرا

اس جہاں کی دوڑ سے مجھ کو تُو بیزار کر — میرا دل بس پاک ہو اور دیکھ لُوں چہرہ ترا

ہے فقیری عمل کی سادگی پہ جگ ہنسے — تجھ کو میں اچھی لگوں مجھ کو تُو ایسے سجا

روح میری کرچی کرچی گھونسلا جب سے گرا — اب میرا دِلدار بن تُو میری ٹھنڈی ہوا

دھوپ تپتی ہے بہت پاؤں میں چھالے پڑے — آبِ راحت تُو پِلا پیار کی چادر اوڑھا

درد سے نڈھال ہوں جو رُوح پہ چرکے لگے — کون ہے تیرے سوا کہ جو بنے گا آسرا

مقبول کر یہ زخم گہرے اے میرے رب الوریٰ — تیرے صدقے کر مجھے اب روحِ مریم تُو عطا

مجبور تھی لاچار تھی تُو تو وکیل تھا مِرا — جب جب گری میں زور سے تُو ہی تو آگے تھا کھڑا

اب شام کیوں لمبی ہوئی کیوں نہ چڑھے ہے دن مرا — تو آ کے مجھ کو تھام لے، تُو میری صبح لے کے آ

نُور ہو، سکون ہو، فضل ہو، بہار بھی — اپنے ایک ''کُن'' سے تُو ایسا پیارا دن چڑھا

جان کی بازی لگی اب تُو ملے تو جی اُٹھوں — مجھ کو پھر سے زندہ کر اور آپ ہو ناصر میرا

"وہ اپنے مسیحی نفس اور روح الحق کی برکت سے بہتوں کو بیماریوں سے صاف کرے گا"

ناصرہ حفیظ۔ وینکوور سرے نارتھ

کوئی جگمگاتا ستارا تھا تُو
سمندر بھی تھا اور کنارا تھا تُو

حضرت مرزا بشیر الدین محمود خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نہ صرف خود حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ و السلام کی عاجزانہ و انکسارانہ دعاؤں کا نشان تھے بلکہ آپ کی تمام زندگی بھی قبولیتِ دعا کے نشانات سے لبریز نظر آتی ہے۔

حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ دعاؤں کی قبولیت کا فلسفہ بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"اللہ تعالیٰ جب کسی کو منصبِ خلافت پر سرفراز کرتا ہے تو اِس کی دعاؤں کی قبولیت بڑھا دیتا ہے کیونکہ اگر اِس کی دعائیں قبولیت کا شرف حاصل نہ کریں تو پھر اِس کے اپنے انتخاب کی ہتک ہوتی ہے۔ میں جو دعا کروں گا وہ انشاءاللہ فرداً فرداً ہر شخص کی دعا سے زیادہ طاقت رکھے گی"۔ (منصبِ خلافت صفحہ 32)

حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانۂ خلافت کے بے شمار ایسے واقعات تاریخ کے اوراق میں محفوظ ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے قبولیت کا شرف بخشا اور پیشگوئی مصلح موعود کے عظیم الشان مضمون پر مہرِ صداقت ثبت کر دی جس کے ہر ہر لفظ پر خدا بولتا ہوا نظر آتا ہے۔ جیسا کہ "وہ اپنے مسیحی نفس اور روح الحق کی برکت سے بہتوں کو بیماریوں سے صاف کرے گا۔"

حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قبولیتِ دعا کا ایک ایمان افروز واقعہ ڈھاکہ کے فیض عالم صاحب نے یوں بیان کیا ہے کہ

"ان کی اہلیہ محترمہ ایک لاعلاج نسوانی مرض میں مبتلا تھیں ہر قسم کے علاج کے باوجود مرض بڑھتا ہی جا رہا تھا حتیٰ کہ زندگی سے مایوسی ہو گئی۔ آخر حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں دعائیہ خط لکھا گیا۔ حضورؓ نے جواباً تحریر فرمایا "اچھی ہو جائے گی" اسی دوران اُن کی اہلیہ نے بھی خواب میں حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو یہ فرماتے ہوئے سُنا "دعا کو دَوا کے طور پر استعمال کرتی جاؤ" چنانچہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے لاعلاج بیماری سے انہیں کامل صحت ہو گئی اور اولاد بھی عطا ہوئی۔

حضرت چوہدری اسد اللہ خان صاحب سابق امیر جماعت احمدیہ لاہور 1968ء میں حصولِ تعلیم کیلئے برطانیہ تشریف لے گئے۔ لیکن ماحول کے فرق کی وجہ سے طبیعت اِس قدر بوجھل ہوئی کہ فوراً واپسی کی سیٹ بُک کروالی۔ آپ کے بڑے بھائی چوہدری محمد ظفر اللہ خان صاحب کی سرزنش بھی آپ کے ارادہ کو تبدیل نہ کر سکی۔ مگر روانگی سے چند یوم قبل حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اِس پیغام نے دل کی کایا پلٹ دی کہ "اگر تعلیم حاصل کئے بغیر آ گئے تو میں ناراض ہو جاؤں گا"۔

آپ نے اللہ کے فضل سے اپنا کورس مقررہ مدت سے ایک سال قبل ختم کر لیا۔ حضرت چوہدری اسد اللہ خان صاحب لکھتے ہیں کہ کمرہ امتحان سے باہر آ کر میں نے ساتھی طلباء کے ساتھ جوابات کا موازنہ کیا تو معلوم ہوا کہ میرا پرچہ اچھا نہیں ہوا۔

چنانچہ میں نے اُسی وقت دُعا کیلئے حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں عرض کیا۔ حضورؓ نے جواباً فرمایا: "میں دعا کر رہا ہوں اللہ تعالیٰ تمہیں کامیاب کرے گا۔"

حضرت چوہدری صاحب نے حضورؓ کا یہ جواب نتیجہ نکلنے سے پہلے دوستوں کو دکھایا چنانچہ جب نتیجہ نکلا تو آپ کے نمبر سب سے زیادہ تھے۔

سیّدنا حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی پاکیزہ حیات اِس قسم کے واقعات سے لبریز نظر آتی ہے۔ اس ضمن میں ایک اور واقعہ ملاحظہ ہو۔

"جب حضرت چوہدری فتح محمد صاحب ولایت سے آئے تو اِن کی آنکھوں میں تکلیف تھی۔ حضرت ڈاکٹر میر محمد اسماعیل صاحبؓ نے اِن کی آنکھوں کو دیکھا تو بتایا کہ بائیں آنکھ کا بچنا قریباً محال ہے اور دائیں آنکھ بھی خراب ہو رہی ہے مجھے اِس سے بہت پریشانی ہوئی کہ چوہدری صاحب کام کے آدمی ہیں۔ میں نے دعا کی تو رات خواب میں ایک شخص نے کہا کہ ان کی آنکھ تو اچھی ہے۔ صبح میں نے ڈاکٹر صاحب کو خواب سنایا تو انہوں نے معائنہ کر کے کہا کہ "مرض تو ایک بٹا تین رہ گیا ہے"۔ حضرت چوہدری فتح محمد صاحب بیان کرتے تھے کہ "اس سے پہلے میری آنکھ میں چنے کے برابر زخم ہو گیا تھا اور ہر ایک دَوا مُضر پڑتی تھی مگر حضورؓ کی دعا سے ہر دوا مفید ہونے لگی اور اِس سے آنکھ کی نظر دوسری آنکھ سے تیز ہونے لگی"۔

حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قبولیت دعا کا ایک نشان اُس وقت ظاہر ہوا جب قیام پاکستان کے بعد حضرت نواب عبد اللہ خان صاحب دِل کے شدید حملے کا شکار ہوئے۔ یہ حملہ اِس قدر شدید تھا کہ ڈاکٹر زندگی سے ناامید ہو گئے۔ ایسے میں حضور نے بہت رقّت اور درد سے اللہ کے حضور دعائیں کیں۔ اللہ تعالیٰ نے دعائیں قبول کیں اور زندگی کی رَو پھر سے چلنی شروع ہوئی اور آپ نے تیرہ سال صحت مندانہ زندگی گزاری۔

سیّدنا حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قبولیتِ دعا کے اعجازی واقعات آپ کے تعلق باللہ کا عظیم الشان ثبوت ہیں۔ جب انسانی کوششیں، تدبیریں، اسباب اور ہماری دعائیں سب بیکار ہو جاتے ہیں تو اللہ تعالیٰ خلیفۃ المسیح کی دعا قبول فرماتا ہے۔

ہمیں ہر وقت دعا کرتے رہنا چاہیئے کہ ہم حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مانند دینِ اسلام کے حقیقی خادم اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سچا پیار کرنے والے ہوں۔ خلیفہ وقت ہمیں جو حکم دیں اُسے مانیں کیونکہ خلافت میں بہت برکتیں ہیں۔ جس طرح درخت کی شاخیں جب تک درخت کے ساتھ رہتی ہیں ہری بھری رہتی ہیں اور جب انہیں درخت سے جدا کر دیا جائے تو وہ سوکھ جاتی ہیں اسی طرح جب تک جماعت کے لوگ خلافت کا ساتھ دیتے ہیں ان کا ایمان تازہ رہتا ہے جب کوئی بدقسمت خلافت کا ساتھ چھوڑ دیتا ہے تو اِس سوکھی شاخ کی طرح ہو جاتا ہے جس کی کوئی اہمیت نہیں رہتی۔

سورۃ ھود میں مغضوب قوموں کا ذکر

خالدہ عفت - ہملٹن ساؤتھ

سورۃ ہود مکی سورۃ ہے اور بسم اللہ سمیت اس کی ایک سو چوبیس آیات ہیں۔اس سورۃ کا یہ پہلو بہت نمایاں ہے کہ اس کی آیت نمبر 113 ''فَاسْتَقِمْ كَمَآ اُمِرْتَ وَمَنْ تَابَ مَعَكَ'' کی رُو سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ایسی بھاری ذمہ داری آن پڑی کہ آپؐ نے فرمایا ''شَيَّبَتْنِيْ هُوْدٌ'' کہ مجھے تو سورۃ ہود نے بوڑھا کر دیا نیز اس سورۃ میں اُن قوموں کا ذکر ہے جو انکار کی وجہ سے ہلاک کر دی گئیں۔ان لوگوں کے غم کی وجہ سے بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بہت دکھ پہنچا۔

(تعارف از ترجمہ قرآنِ مجید حضرت مرزا طاہر احمد صاحب سورۃ ھود، صفحہ نمبر 353)

سورۃ ہود کا آغاز خدا تعالیٰ نے اس طرح کیا

ترجمہ:''میں اللہ ہوں میں دیکھتا ہوں۔یہ ایک ایسی کتاب ہے جس کی آیات مستحکم بنائی گئی ہیں اور پھر صاحبِ حکمت اور ہمیشہ خبر رکھنے والے کی طرف سے اچھی طرح کھول دی گئیں ہیں''۔

(سورۃ ھود آیت نمبر 2)

حضرت مولانا حکیم نورالدین رضی اللہ عنہ اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ

''اللہ جلّ شانہٗ فرماتا ہے کہ بتوں کے حامی جو کچھ نبیؐ کی مخالفت کرتے رہتے ہیں وہ میں دیکھ رہا ہوں(جس کے معنی یہ ہیں کہ ہمیں ان کی شرارتوں کا علم ہے اس کے مطابق ان سے باز پرس ہو گی۔۔۔۔یہ کتاب حکیم کی طرف سے ہے۔عام حکیم جو کچھ کہتے ہیں اس کے سامنے عام عوام کو چوں چراں کا یارا نہیں چہ جائیکہ ایک عظیم انسان حکیم کی طرف سے ہو اور حکیم بھی ایسا جو ہر طرح سے باخبر ہو''۔

(حقائق الفرقان۔ضمیمہ اخبار بدر قادیان 9 دسمبر 1909)

تفسیر کبیر میں حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ اس سورۃ کی تفسیر کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ

'' یہ سورۃ، سورۃ یونس کے مضامین میں سے ایک مضمون کو تفصیلی طور پر بیان کرتی ہے۔سورۃ یونس میں بیان کیا گیا تھا کہ انبیاء کی اقوام سے اللہ تعالیٰ تین طرح معاملہ کرتا ہے۔

1)کسی قوم کو بالکل تباہ کر دیتا ہے۔

2)کسی قوم کو بالکل چھوڑ دیتا ہے۔

3)اور کسی قوم کے ایک حصّہ کو بالکل تباہ کر کے دوسرے حصّہ کو بالکل بچا لیتا ہے۔اس سورۃ میں اوّل الذکر امر کی تفصیل بیان کی گئی ہے اور بتایا ہے کہ کس طرح بعض اقوام کو اللہ تعالیٰ نے بالکل مٹا دیا اور ان کا نام و نشان باقی نہ رکھا اور انکی بجائے ایک اور قوم کو کھڑا کر دیا۔جو پہلی قوموں کے تسلسل میں قائم نہیں ہوئی۔بلکہ اسکے ذریعے سے دنیا کا ایک نیا دور شروع ہوا''۔(تفسیر کبیر صفحہ 139)

اس سورۃ میں قومِ نوحؑ، قومِ ہودؑ، قومِ صالحؑ، قومِ لوطؑ اور قومِ شعیبؑ کا ذکر کیا ہے۔

'' حضرت موسیٰؑ کے مقابل پر فرعون اور اس کی قوم کا ذکر کیا اور درمیان میں حضرت ابراہیمؑ کا ذکر بھی آیا ہے مگر ان کا ذکر اصل مقصود نہیں بلکہ حضرت لوطؑ کے ساتھ ضمنی طور پر آیا ہے''۔

(تفسیر کبیر صفحہ 140)

اس لئے اس مضمون میں صرف ان قوموں کا ذکر کیا جائیگا جن کا سورۃ ہود میں تذکرہ ہے۔

قومِ نوح:

سورۃ ہود میں سب سے پہلے حضرت نوحؑ کی قوم کا ذکر ہے۔جنہوں نے حضرت نوحؑ کی تعلیمات کا انکار کیا۔حضرت نوحؑ ایک غریب آدمی تھے اور ان کی قوم میں خوشحال لوگ زیادہ تھے اس لئے وہ اپنے غریب نبی کی باتوں پر کان نہیں دھرتے تھے۔حضرت مولانا حکیم نورالدین رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

''آسودہ حال لوگوں پر غریب ناصح کی بات کم اثر کرتی ہے حضرت نوحؑ کا زمانہ بہت آسودہ حالی کا تھا اس لئے انہوں نے اپنے ناصح کی باتوں سے فائدہ نہیں اٹھایا''۔(حقائق الفرقان صفحہ نمبر 360)

حضرت نوحؑ کی قوم کے سردار آپ کو حقارت سے دیکھتے اور کہتے تھے کہ تمہیں ہم پر کوئی فوقیت حاصل نہیں ہم تمہیں ایک عام بشر کی حیثیت سے دیکھتے ہیں۔جبکہ کچھ غریب لوگ آپ پہ ایمان لے آئے تھے اس کا ذکر سورۃ ہود میں اس طرح ہے ترجمہ:

'' پس اس قوم میں سے ان سرداروں نے کہا جنہوں نے کفر کیا کہ ہم تجھے محض اپنے جیسا ہی ایک بشر دیکھتے ہیں نیز ہم اس کے سوا تجھے کچھ نہیں دیکھتے کہ جن لوگوں نے تیری پیروی کی ہے بادیٔ النظر میں ہمارے ذلیل ترین لوگ ہیں اور ہم اپنے اوپر تمہاری کوئی فضیلت نہیں سمجھتے بلکہ تمہیں جھوٹا گمان کرتے ہیں۔'' (سورۃ ہود آیت 28)

حضرت نوحؑ نے اپنی قوم کو ایک خدا کی عبادت کرنے کی نصیحت کی اور یہ بھی یقین دلایا کہ میں تو تمہیں عذاب سے بچانا چاہتا ہوں اور مجھے مال کی کوئی حرص نہیں لیکن قوم نے انکار کیا اور کھلم کھلا عذاب مانگا اور کہا کہ وہ لے آؤ اگر تم سچے ہو۔پس تب اللہ تعالیٰ نے حضرت نوحؑ کو فرمایا:

'' اور ہماری آنکھوں کے سامنے اور ہماری وحی کے مطابق کشتی بنا اور جن لوگوں نے ظلم کیا ان کے بارہ میں مجھ سے کوئی بات نہ کر۔یقیناً وہ غرق کئے جانے والے ہیں''۔(سورۃ ہود آیت 38)

حضرت نوحؑ جب کشتی بنا رہے تھے تو قوم کے سردار ان پر ہنسی ٹھٹھہ کر رہے تھے لیکن حضرت نوحؑ اور ان کے ساتھی کشتی بناتے رہے یہاں تک کہ خدا کا فیصلہ آ گیا۔

ترجمہ '' یہاں تک کہ جب ہمارا فیصلہ آ پہنچا اور بڑے جوش سے چشمے پھوٹ پڑے تو ہم نے (نوح سے) کہا کہ اس (کشتی) میں ہر ایک (ضرورت کے جانور) میں سے جوڑا جوڑا سوار کر اور اپنے اہل کو بھی سوائے اس کے جس کے خلاف فیصلہ گزر چکا ہے اور (اسے بھی سوار کر) جو ایمان لایا ہے۔اور اس کے ہمراہ ایمان نہیں لائے مگر تھوڑے''۔(سورۃ ہود آیت 41)

حضرت نوحؑ اور ان کے ساتھی خدا کا نام لے کر کشتی میں سوار ہو گئے اور ان کی قوم پانی میں غرق ہو کر خدا کے عذاب کا شکار ہو گئی۔پس حضرت نوحؑ اور ان کے ساتھی ایک محفوظ اور خشک مقام پر اتر گئے اور سرکش قوم کو اپنی نافرمانی کی وجہ سے مغضوب ٹھہرائی۔

قومِ عاد:

ترجمہ '' اور عاد کی طرف (ہم نے) ان کے بھائی ہود کو (بھیجا)۔اس نے کہا اے میری قوم! اللہ کی عبادت کرو۔اس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں اور تم تو محض افتراء کرنے والے ہو۔''

(سورۃ ہود آیت 51)

قومِ عاد کی طرف حضرت ہودؑ کو نبی بنا کر بھیجا گیا۔حضرت ہودؑ نے انہیں خدا کا پیغام پہنچایا مگر وہ اس پیغام کے منکر بنے۔

حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان فرماتے ہیں۔

''میرے نزدیک عاد ایک مجموعۂ قبائل کا نام ہے اور اس کے ماتحت قبائل میں سے مختلف زمانوں میں بعض قبائل غلبہ اور حکومت حاصل کرتے رہے۔جو اپنے ناموں کے کتبے نصب کرتے رہے ہیں مگر وہ سب عاد ہی تھے۔۔قرآنِ کریم سے اس قدر پتہ لگتا ہے کہ ثمود سے پہلے عاد تھے پس گو مجموعی نام کا پتہ نہیں ملتا لیکن ہم قیاس کر سکتے ہیں کہ جو قومیں ثمود سے

پہلے آباد تھیں ان کا مجموعی نام عاد تھا۔ اور اس بات کا ثبوت کہ عاد کا لفظ موجود تھا جغرافیوں سے ملتا ہے"۔ (تفسیر کبیر صفحہ نمبر 203)

حضرت ہودؑ نے اپنی قوم کو کہا:

ترجمہ " اور اے میری قوم! اپنے ربّ سے استغفار کرو پھر اسی کی طرف توبہ کرتے ہوئے جھکو۔ وہ تم پر لگاتار مینہ برساتے ہوئے بادل بھیجے گا اور تمہاری قوت میں مزید قوت کا اضافہ کرے گا اور جرموں کا ارتکاب کرتے ہوئے پیٹھ پھیر کر نہ چلے جاؤ"۔

(سورۃ ہود آیت 53)

مگر عاد نے کہا کہ تم ہماری طرف کوئی واضح دلیل نہیں لے کر آئے اس لئے ہم اپنے معبودوں کو نہیں چھوڑیں گے۔ حضرت ہودؑ نے انہیں خدا کے عذاب سے ڈرایا اور کہا کہ میرا رب صراطِ مستقیم پر ملتا ہے یعنی ان کو سیدھے راستے کی طرف بلایا مگر نافرمان قوم نے انکار کیا اور عذابِ الٰہی کے مستحق ٹھہرے۔

ترجمہ "پس جب ہمارا فیصلہ آگیا تو ہم نے ہود اور ان لوگوں کو جو اس کے ساتھ ایمان لائے تھے اپنی رحمت سے بچا لیا اور ہم نے انہیں سخت عذاب سے نجات بخشی"۔ (سورۃ ہود آیت 59)

حضرت مصلح موعودؓ نے تفسیر کبیر میں سورۃ الحاقہ کی آیت نمبر 7 کا حوالہ دے کر فرمایا کہ

"اس آیت سے پتہ چلتا ہے کہ عاد کے ملک پر ایک تیز آندھی آئی تھی جو 7 دن تک متواتر چلتی رہی اور ان کے بڑے بڑے شہر اس آندھی کی زد میں آکر زیرِ خاک ہوگئے۔ اور اس طرح اس قوم کا زور ٹوٹ گیا اور زوال شروع ہوگیا۔"

(تفسیر کبیر صفحہ 205 جلد سوم)

قومِ ثمود:

سورۃ ہود میں اس کے بعد حضرت صالحؑ کی قوم ثمود کا ذکر ہے۔ حضرت صالحؑ نے اپنی قوم کو خدا کا پیغام پہنچایا اور اسکی طرف بلایا حضرت صالحؑ کی تبلیغ کا ذکر قرآن مجید کی سورۃ ہود میں کچھ اسطرح ہے۔

ترجمہ "اور ھود کی طرف ان کے بھائی صالح کو بھیجا اس نے کہا اے میری قوم اللہ کی عبادت کرو۔ تمھارا اسکے سوا کوئی معبود نہیں۔ اس نے زمین سے تمھیں پروان چڑھایا اور تمھیں اس میں آباد کیا۔ پس اس سے استغفار کرتے رہو پھر اسی کی طرف توبہ کے ساتھ جھکو۔ یقینا میرا رب قریب ہے اور دُعا قبول کرنے والا ہے"۔ (سورۃ ہود: 62)

مگر بدنصیب قوم نے حضرت صالحؑ کی نصیحت کو نہیں سنا اور کہا کہ تو ہمیں اس چیز سے روکتا ہے جسکی عبادت ہمارے باپ دادا کرتے رہے۔ قوم ھود کے واقعہ میں ایک اُونٹنی کا بھی ذکر ہے جو کہ خدا تعالیٰ نے ایک نشان قرار دیا تھا۔ ترجمہ "اے میری قوم یہ اللہ کی راہ میں وقف اونٹنی تمھارے لیے ایک نشان ہے پس اسے اپنے حال پر چھوڑ دو کہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں چرتی پھرے اور اُسے کوئی تکلیف نہ پہنچاؤ ورنہ تمھیں ایک عنقریب پہنچنے والا عذاب پکڑ لے گا"۔ (سورۃ ھود: 65)

حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ

"۔۔۔ بلکہ حضرت صالحؑ کا مطلب یہ ہوا کہ "تبلیغ کے لیے مجھے ادھر اُدھر پھرنے دو اور اس میں روک نہ ڈالو" اور " یا خدا کی زمین میں چرنے دو" کہ یہ معنی ہوں کہ ضروریاتِ دینی پوری کرنے کے لیے جو مختلف علاقوں میں پھروں تو اس میں روک نہ ڈالو۔۔۔ اسطرح معلوم ہوتا ہے وہ لوگ حضرت صالحؑ کے تبلیغی سفروں میں روک ڈالتے ہوں گے اور ادھر اُدھر پھرنے نہیں دیتے ہونگے۔ اس پر خدا تعالیٰ نے ان کو منع کیا"۔

(تفسیر کبیر جلد سوم صفحہ 215)

قوم ھود نے خدا تعالیٰ کے نبی کا پیغام نہیں سنا اور اس اُونٹنی کی کونچیں کاٹ ڈالیں۔ یعنی کہ خدا کی نافرمانی کی اور پھر عذاب کا شکار ہوئی۔ قرآن کریم میں اس طرح اس کا ذکر ہے۔

ترجمہ "اور جنھوں نے ظلم کیا اُنھیں ایک سخت گونج دار آواز نے آپکڑا۔ پس وہ اپنے گھروں میں گھٹنوں کے بل گر گئے"۔

(سورۃ ھود: 69)

قومِ لوط:

حضرت لوطؑ کی قوم انتہائی بدکار قوم تھی۔ جب وہ اپنے کفر اور ہٹ دھرمی کی وجہ سے عذاب کی مستحق ہوئی اسوقت خدا تعالیٰ نے اپنے فرشتے حضرت لوطؑ کی طرف بھیجے جیسا کہ قرآن مجید میں آتا ہے۔

ترجمہ: "اور جب ہمارے بھیجے ہوئے لوط کے پاس آئے تو وہ ان کی وجہ سے ناخوش ہوا اور ان کے باعث دل گرفتہ ہوا اور کہا یہ بڑا سخت دن ہے" (سورۃ ھود: 78)

حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ

" فرشتے حضرت لوطؑ کی بستی کے قریب پہنچے تو حضرت لوطؑ نے ان کو اپنے گھر چلنے کی دعوت دی انھوں نے انکار کیا۔ غالباً اس امر سے ڈرے ہونگے کہ انھیں تکلیف ہوگی۔ مگر حضرت لوطؑ نے اصرار کیا اور انھوں نے انکار کیا اس پر حضرت لوطؑ کو تکلیف ہوئی اور اسی تکلیف کا اس جگہ ذکر ہے"۔

(تفسیر کبیر جلد سوم، چہارم صفحہ 228)

حضرت لوطؑ کی قوم ان مہمانوں کے آنے پر برہم ہوئی اور حضرت لوطؑ کے پاس باز پرسی کرنے کے لیے چلی آئی۔ اس پر حضرت لوطؑ نے انھیں کہا

ترجمہ: "اے میری قوم یہ میری بیٹیاں ہیں یہ تمھارے نزدیک بہت پاکیزہ ہیں۔ پس اللہ کا تقویٰ اختیار کرو اور مجھے میرے مہمانوں میں رسوا نہ کرو۔ کیا تم میں ایک بھی عقل والا نہیں ہے۔ (سورۃ ھود: 79)

حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ فرماتے ہیں

" اصل بات یہ ہے کہ حضرت لوطؑ کی قوم آپ کا انکار کرنے کے بعد یہ سمجھتی تھی کہ شاید اب یہ باہر سے لوگ بلوا کر ہمارے خلاف سازش کر رہے ہیں۔ اس لیے آپنے اپنی قوم کو شرم دلائی کہ میری بیٹیاں تمھارے گھروں میں بیاہی ہوئی ہیں تو پھر میں کیسے تمھارا بُرا چاہتے ہوئے تمھارے خلاف کوئی منصوبہ بنا سکتا ہوں"۔

(تعارف از ترجمہ قرآن کریم حضرت مرزا طاہر احمد صاحب صفحہ 369)

حضرت لوطؑ کی قوم اپنی شرارتوں سے باز نہ آئی اور پھر خدا تعالیٰ کا عذاب اُن پر آگیا۔ خدا تعالیٰ نے اُن کی بستی کو تہہ و بالا کر دیا اور ان پر خشک مٹی سے بھرے ہوئے پتھروں کی بارش کر دی اس طرح قومِ لوط اپنے انجام کو پہنچی۔

قومِ شعیب:

سورۃ ھود میں اس کے بعد حضرت شعیبؑ کا ذکر آتا ہے۔ انھیں امی بلایکہ بھی کہتے ہیں۔ حضرت شعیبؑ کی قوم شرک میں مبتلا ہونے کے ساتھ ناپ تول میں بھی کمی کیا کرتی تھی۔ حضرت شعیبؑ نے انھیں منع فرمایا کہ ایک خدا کی عبادت کرو مگر بدبخت قوم نے آپ کی نصیحت کا یہ جواب دیا۔

ترجمہ: "انھوں نے کہا اے شعیب کیا تیری نماز تجھے حکم دیتی ہے کہ ہم اسے چھوڑ دیں جسکی ہمارے باپ دادا عبادت کیا کرتے تھے۔ یا پھر ہم اپنے اموال میں وہ (تصرف نہ) کریں جو ہم چاہیں۔ یقیناً تو ضرور بڑا بردبار (اور) عقل والا (بنا پھرتا) ہے۔

(سورۃ ھود: 88)

حضرت شعیبؑ نے انھیں یاد کرایا کہ حضرت نوحؑ، حضرت صالحؑ، حضرت ھودؑ کی قوم کا انجام تمہارے سامنے ہے ان کی نافرمانی کی وجہ سے جو تباہیاں ان پر آئی وہ تم جانتے ہو مگر نافرمان قوم نے کہا کہ اگر تمھارا قبیلہ نہ ہوتا تو ہم تمھیں سنگسار کر دیتے۔ اسکے بعد خدا کا حکم:

" اور جب ہمارا فیصلہ آگیا تو ہم نے شعیب کو اور ان لوگوں کو جو اس کے ساتھ ایمان لائے تھے اپنی رحمت کے ساتھ نجات بخشی۔ اور وہ لوگ جنہوں نے ظلم کیا تھا انہیں ایک گونج دار عذاب نے پکڑ لیا۔ پس وہ اپنے گھروں میں گھٹنوں کے بل پڑے رہ گئے"۔

(سورۃ ھود: 95)

اس طرح حضرت شعیبؑ کی قوم کا بھی وہی انجام ہوا جو حضرت ھودؑ، حضرت لوطؑ، حضرت نوحؑ، حضرت صالحؑ کی قوم کا ہوا۔ خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ یہ تباہ شدہ بستیوں میں سے کچھ کا بیان ہے اور فرمایا کہ کچھ بستیوں کے نشانات ابھی موجود ہیں اور کچھ کے مٹ چکے ہیں۔ پس یہ نشانات ہمارے لئے عبرت کا مقام ہیں۔

اللہ تعالیٰ ہمیں صراطِ مستقیم پر چلنے والا بنائے۔ آمین۔

طَلَبُ الْعِلْمِ فَرِيْضَةٌ عَلٰى كُلِّ مُسْلِمٍ وَّمُسْلِمَةٍ

وجیہہ قیوم - ایڈمنسٹریٹر عائشہ اکیڈمی

علم کے معنی جاننے کے ہیں۔ علم و حکمت ایسا خزانہ ہے جو تمام دولتوں سے اشرف ہے۔ دنیا کی تمام دولتوں کو فنا ہے لیکن علم و حکمت کو فنا نہیں ہے۔ قرآن کریم کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ بنی نوع انسان کی تخلیق کے بعد انسان پر اللہ تعالی کا سب سے بڑا احسان اور انعام علم کا عطا کیا جانا ہے جسکے ذریعہ وہ قوتِ بیان حاصل کرتا ہے۔ اللہ تعالی فرماتا ہے۔

خَلَقَ الْاِنْسَانَ ۞ عَلَّمَهُ الْبَيَانَ ۞ (الرحمن:4-5)

کہ اللہ تعالی نے انسان کو تخلیق کیا اور اسے بیان کا طریقہ سکھایا۔ پھر فرمایا

عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَالَمْ يَعْلَمْ (العلق-6)

یعنی اللہ تعالی نے انسان کو وہ کچھ سکھایا جو وہ نہیں جانتا تھا۔ حق یہ ہے کہ علم حقیقی وہی ہوتا ہے جو نفع مند ہو اور خدا کی بارگاہ میں مقبول ہو۔

علم ایک ایسی نعمت ہے جس کی بدولت ہم معاشرے میں ایک انقلاب لاسکتے ہیں۔ احادیثِ نبویہ میں علم حاصل کرنے کی بڑی تاکید آئی ہے۔

طَلَبُ الْعِلْمِ فَرِيْضَةٌ عَلٰى كُلِّ مُسْلِمٍ وَمُسْلِمَةٍ (ابن ماجہ)

ترجمہ: علم حاصل کرنا ہر مسلمان مرد اور عورت پر فرض ہے۔

ان تمام قرانی آیات اور احادیث نبویہ کو مدِ نظر رکھ کر اس بات پر غور کرنا ضروری ہے کہ کیا ہم میں اتنا علم ہے کہ ہم اپنی تمام باتیں کسی کو سمجھا سکیں؟

آج کا معاشرہ بھی اُسی دور کو دہرا رہا ہے جو کہ اسلام سے پہلے تھا اور نہ صرف عرب بلکہ تمام دنیا ہی کسی نہ کسی برائی کا شکار تھی۔ آج فرق صرف اتنا ہے کہ پہلے لوگ برائیوں کے لیے گھر سے باہر جاتے تھے۔ جس پر کہا گیا کہ مغرب سے پہلے گھر آنا ضروری ہے مگر آج اگر مغرب کے وقت بچے گھر پر موجود بھی ہوں تو سائنس کی ترقی کی وجہ سے انکو وہ تمام چیزیں گھروں میں میسر ہیں جنکی وجہ سے وہ باہر جاتے تھے۔ انکا گھر میں رہنا اور نہ رہنا ایک ہی بات ہے کیونکہ وہ اس بات سے لاعلم ہیں کہ مغرب کے وقت باہر رہنے کی حقیقت کیا ہے یا اسکا مطلب کیا ہے۔

ہماری عورتوں کو چاہیئے کہ اسلام میں عورت کے حقوق کے متعلق علم حاصل کریں۔ بے جا معاشرہ کے ظلم و ستم کا نشانہ بننے کی بجائے اسلامی دلائل سے معاشرہ میں انقلاب برپا کردیں۔ یہ حقوق گھروں سے شروع ہو کر معاشرے تک جاتے ہیں۔ علم انسان کو عزتِ نفس کا درس دیتا ہے۔ جس طرح میڈیا عورتوں کو ٹی وی پر نشر کرتا ہے عورت اپنی عزتِ نفس تو کیا اپنی پہچان تک بھول چکی ہے۔ کیونکہ آج بھی عورت کے لیے کوئی درمیانی راستہ نہیں ہے۔

ایک طرف مشرقی معاشرہ میں عورت پر اسقدر پابندیاں ہیں کہ سانس لینا محال اور دوسری طرف یورپین معاشرہ میں عورتوں کی آزادی کا یہ عالم کہ انسانیت شرمندہ۔ یہ صرف عورت کی لاعلمی کی وجہ سے ہے۔ ورنہ عورت تو ہر مذہب میں ایک عزت و آبرو کا مجسمہ رہی ہے۔

لباس جو پہلے آدم کے دور میں جاہلیت کی وجہ سے نہیں تھا اور ترقی کرتا ہوا پتوں سے شروع ہو کر پھر کپڑوں تک پہنچا تھا آج ترقی کے اس دور نے عورتوں سے وہ بھی چھین لیا ہے۔ ہم اس دور کو کیا کہیں ترقی یافتہ یا پھر پڑھا لکھا جاہل معاشرہ۔

معاشرے میں بڑھتے ہوئے ہم جنس پرستی کے حقوق سے لے کر عورتوں کا میڈیا میں رنگ بھرنا۔ یہ سب دینی علم کی کمی کی وجہ سے ہے۔ اسی لیے قرآن کریم نے ہمیں پرانی اقوام کے بارے میں حقیقت سے آگاہ کرتے ہوئے انکے انجام سے ڈرایا ہے۔ آج بھی اگر ہم قرآن کریم کی پاک تعلیم کو اپنے پاس موجود ہوتے ہوئے عمل نہ کریں گے اور باقی مذاہب کی طرح آنکھیں بند رکھیں گے تو ہم بھی ان اقوام کی طرح ایک تاریخ بن جائیں گے۔

ہمیں قرآن کریم میں چھپے ہوئے خزانے ڈھونڈنے ہیں تاکہ ہم بھی سائنس کی ترقی سے فائدہ اٹھا سکیں اور اپنے علم میں اضافہ کر سکیں۔

انسان اپنی اقدار اور اخلاقیات سے باہر جارہا ہے۔ تمام مذاہب کے عالم اپنی اصل تعلیم کو بھول چکے ہیں۔ صرف اسلئے کہ انکو دی گئی تعلیم ایک مقررہ مدت کے لئے تھی اور اسلام کی تعلیم تمام ادوار کے لئے ہے۔ اب ہماری ذمہ داری ہے کہ اس کھلی حقیقت کو اپنے علم اور دلائل کے ساتھ پوری دنیا پر آشکار کرتے ہوئے دنیا کے انتظار کی گھڑیاں ختم کریں۔

اس لیے ہماری خواتین پر لازم ہے کہ مسیح موعود علیہ السلام کے اُس دستے میں شامل ہوں جو ہر وقت دین کو دنیا پر مقدم کرتے ہوئے دنیا کو برائی سے نکال کر اچھائی کی طرف لانے کے لئے کمربستہ ہو۔ خواتین اپنی کھوئی ہوئی ساکھ کو دوبارہ اجاگر کریں۔ علم کے ذریعہ اپنے اندر ایسے ٹھوس دلائل کا ہتھیار تیار کریں کہ کوئی گھبرا کر پیچھے نہ ہٹے بلکہ مطمئن اور خوش ہو کر دوبارہ ملنے کے لیے آئے۔

حدیثِ مبارکہ ہے کہ "علم حاصل کرنے کی خاطر اگر تمہیں چین تک بھی سفر کرنا پڑے تو ضرور جاؤ"۔

عائشہ اکیڈمی اسی طرز کا ایک ادارہ ہے جو عورتوں کو اُس تعلیم کا درس دیتا ہے۔ جس تعلیم کو پا کر وہ گھر سے لے کر معاشرتی مسائل تک کو حکمت عملی سے حل کر سکتی ہیں۔ جس میں قرآن کریم، احادیث و فقہ، موازنہ مذاہب، تاریخ اسلام، اردو، عربی، کلام کے ساتھ ساتھ دیگر معاشرتی علوم کے تمام مضامین پڑھائے جاتے ہیں تاکہ عورتیں کسی بھی بنیادی علم سے محروم نہ رہیں اور وہ معاشرہ کی اعلیٰ بنیادیں حقیقی اسلامی تعلیم کو قائم کرتے ہوئے استوار کرنے والی ہوں۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ

"علم کا حق الیقین کے مرتبے تک پہنچنا اور کیا ہوتا ہے؟ یہی تو ہے کہ عملی طور پر ہر ایک گوشہ اسکا آزمایا جائے۔ چنانچہ اسلام میں ایسا ہی ہوا جو کچھ خدا تعالی نے قرآن کے ذریعہ سے لوگوں کو سکھایا انکو یہ موقع دیا کہ عملی طور پر اس تعلیم کو چکھائیں اور اسکے نُور سے پُر ہو جائیں"۔

(اسلامی اصول کی فلاسفی-روحانی خزائن جلد 10-صفحہ 446)

قربانی، نعمت کا زیاں یا بہترین استعمال؟؟

عطیۃ العلیم۔ ملٹن

"سلمیٰ نہیں آئیں؟" میں نے سیکرٹری تبلیغ سے پوچھا۔ "کل ان کے بیٹے کا کوئی ٹیسٹ ہے۔ ویسے بھی ان کے میاں گھر نہیں تھے تو بچے اکیلے ہو جاتے" انہوں نے تفصیل سے جواب دیا۔ "بیٹے کا ٹیسٹ ہے جب بھی کہیں جماعتی کام سے جانا ہو، انکو بچوں کی کوئی نہ کوئی مصروفیت ہوتی ہے! میں نے دل میں سوچا"۔ پھر رہ نہ سکی تو باآواز بلند سیکرٹری صاحبہ سے کہنے لگی۔ "انکا بیٹا تو غالباً 12 سال کا ہے، خود بھی اکیلا رہ سکتا ہے اور چھوٹی بہن کو بھی رکھ سکتا ہے ناں؟" میں نے اپنے تئیں کینڈین قوانین کو ڈھال بنایا۔ "رہ تو سکتا ہے لیکن ہر ایک کی اپنی اپنی وجوہات، اپنی اپنی مجبوریاں ہوتی ہیں۔ میرا خیال ہے کہ اب اپنے کام کے لئے نکلنا چاہیئے" انہوں نے بحث سمیٹتے ہوئے کہا اور ہم یومِ تبلیغ کے تحت فلائر بانٹنے نکل کھڑے ہوئے۔

سلمیٰ ہمارے حلقہ کی ایک بہت مخلص لجنہ ممبر ہیں۔ اکثر جماعتی کاموں میں اپنے آپ کو پیش کرتی ہیں لیکن 2-3 گھنٹے سے زیادہ گھر سے باہر رہنا ہو تو وہ جانے سے آسانی سے منع کر دیتی ہیں۔ بہانہ ہمیشہ بچوں کا ہوتا ہے۔ "بھئی کیا ہم بچوں والے نہیں ہیں۔ ہمارے بچے بھی اسکول، کالج جاتے ہیں۔ مگر جماعتی کاموں کیلئے کبھی بچوں کو بہانہ نہیں بنایا" میں دل ہی دل میں تفاخر محسوس کرتے ہوئے سوچنے لگی۔

کچھ دن گزرے تھے کہ ان کے یہاں جانے کا اتفاق ہوا، ان کی والدہ محترمہ تشریف لائی ہوئی تھیں اور میں جو ہمیشہ سے ان کے دُور رَس دلائل اور مسحور کُن اندازِ گفتگو کی وجہ سے ان سے ملنے کی ہمیشہ سے مشتاق رہتی تھی۔ اِس دفعہ بھی رہ نہ سکی اور ان کے یہاں جا پہنچی۔ جب وہاں پہنچی تو آنٹی اپنی نواسی کو "عہد نامہ لجنہ" سکھا رہی تھیں۔

"پہلے اپنی بیٹی کو تو عہد نامہ کا صحیح مطلب سکھائیں!" میں نے حسبِ عادت دِل میں سوچا۔ پھر چاہا کہ ان سے کہوں کہ سلمیٰ سے جماعتی کاموں میں زیادہ بھرپور شمولیت پر اصرار کریں۔ "آنٹی مجھے بھی عہد نامہ کی اہمیت و تفصیل سمجھائیں،" میں نے طریقے سے کہا، کہ جب وہ وضاحت دیں گی تو سلمیٰ جو یقیناً کمرے سے متّصل باورچی خانہ میں موجود تھیں، سُن لیں گی اور میں براہِ راست ان کو کچھ کہنے سے بچ جاؤں گی۔

"دیکھو بیٹا، عہد نامہ اکٹھے ہو کر باآوازِ بلند اِس لیئے دہرایا جاتا ہے کہ یہ ایک حلف ہے۔ ایک یاد دہانی ہے اور ایک وعدہ ہے کہ ہم اللہ کے ایک ہونے اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو اسکا بندہ اور رسول ہونے کی گواہی دیں تاکہ اس شہادت اور گواہی کی عملی بازگشت ہماری روزمرہ زندگی میں بھی ہوتی رہے۔" انہوں نے رِسان سے اپنے مخصوص دھیمے انداز میں کہنا شروع کیا۔ "اور اس کی دوسری وجہ جاننے کیلئے عہد نامہ کے الفاظ ایک مرتبہ دہرا لینا مناسب ہے، حفصہ بیٹی کیا آپ لجنہ کے عہد کے الفاظ دہرا سکتی ہیں جو ہم ابھی ابھی یاد کر رہے تھے،" انہوں نے اپنی گیارہ سالہ نواسی سے مخاطب ہو کر کہا "میں اقرار کرتی ہوں کہ اپنے مذہب اور قوم کی خاطر اپنی جان، مال، وقت اور اولاد کو قربان کرنے کیلئے ہر دم تیار رہوں گی نیز سچائی پر ہمیشہ قائم رہوں گی اور جماعتِ احمدیہ کے قائم رکھنے کیلئے ہر قربانی دینے کیلئے تیار رہونگی۔ انشاء اللہ"۔ حفصہ نے فوراً دہرایا۔

"شاباش بیٹا، اب دیکھو کہ پہلا وعدہ قربانی کا ہے۔ انسان کے مختلف رُوپ اور مختلف پیار ہوتے ہیں۔ اپنی جان سے پیار، وقت سے پیار اور اولاد سے پیار۔ تو یہ تمام پیار ملک و قوم اور مذہب کی خاطر (۱) تج دینا (۲) اور اَحسن طریق پر ان کا مذہب اور قوم کے حق میں استعمال قربانی ہے۔"

یہاں آکر مجھے آنٹی کی بات سمجھنا مشکل سا لگنے لگا۔۔۔

"لیکن آنٹی قربان کرنے کا مقصد تو تج دینا ہی ہے یعنی یہ کہ "پرواہ نہ کرنا کہ دِین کیلئے جو وقت، اولاد اور مال جا رہا ہے وہ زیاں نہیں بلکہ قربانی ہے؟"

"ایک حد تک، یاں یوں کہو کہ ظاہری طور پر تمہاری بات درست ہے لیکن بیٹا اگر غور کرو تو قربانی کا مفہوم ایک طرف کچھ باتوں پر زور دینے اور کچھ باتوں سے روکنے سے تعلق رکھتا ہے"۔ "کیا مطلب؟" اب تو میرے ذہن نے باقاعدہ آنٹی سے سوالات کی ٹھان لی۔ "مطلب یہ کہ جان و مال، وقت اور اولاد کو مذہب پر مقدم نہ رکھنا اسکا ایک پہلو ہے جو انسانی عادت بلکہ فطرت کی نفی کرنا سکھاتا ہے لیکن اس سے بہت اعلیٰ رنگ میں قربانی کا مقصد جان و مال، وقت اور اولاد کا قوم اور مذہب کے حق میں بہترین استعمال ہے"۔ "لیجئے، یہ مطلب وقت اور مال کیلئے تو سمجھ آتا ہے۔ لیکن جان و مال اور اولاد پر کہاں پورا اترتا ہے" میں نے تکرار کرتے ہوئے کہا۔ یہ بات ہی تو سلمیٰ کو سمجھانی مقصود تھی کہ اولاد پر مذہب کو فوقیت حاصل ہے لیکن یہاں آنٹی تو بات کے نئے پہلو اُجاگر کر رہی تھیں۔

"اچھا یہ بتاؤ تفسیرِ کبیر پڑھتی ہو؟" انہوں نے کسی خیال کے تحت پوچھا، "الحمد للہ!" میں نے تفاخر سے جواب دیا۔ "اور حضرت خلیفہ المسیح الرابعؒ کا فرمودہ ترجمہ بھی پڑھا ہے؟" "جی ہاں!" "تو یہ بتاؤ کہ کسی ترجمہ کے صحیح اور معنوی لحاظ سے لفظ سے قریب تر ہونے کی کیا بنیاد اور سند ہے؟"

اب میں مخمصے میں پڑ گئی، "دعا" نہیں۔ محض دعا نہیں، "علم"، محض علم بھی نہیں ہو سکتا۔ لہٰذا میں نے کہا "دعا اور علم"، کہنے لگیں "بالکل ٹھیک، اب اس کی درستگی یعنی یہ بات سمجھنا کہ معنی اور تشریح درست ہیں اس کی کسوٹی بتاؤ؟ ۔۔۔۔۔ کسوٹی کا لفظ یاد ہے نا حفصہ؟" انہوں نے نواسی کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔ "جی نانی جان۔۔۔۔ ٹیسٹ یعنی وہ جو آپ لفظ بتاتی ہیں۔۔ پرکھ۔" حفصہ نے کچھ سوچتے، کچھ اٹکتے جواب دیا۔ "واہ میری بیٹی کو تو سب یاد ہے، ماشاءاللہ!" پھر مجھ سے مخاطب ہوئیں، "دیکھو حضرت خلیفہ ثانیؓ اور حضرت خلیفہ رابعؒ فرمایا کرتے تھے کہ قرآن کے معنی اور مفہوم کہیں بھی ایک دوسرے کے خلاف نہیں جاتے، یعنی Contradict نہیں کرتے تو اس کی کسوٹی یہ ہے کہ ایک لفظ کے معانی تمام قرآن میں ملتے جلتے یا قریبی تو ہو سکتے ہیں، ایک دوسرے کے متصادم نہیں۔ اِسی اصول کے تحت ایک جگہ مذکور تمام الفاظ کے معنی ایک جیسے لاگو ہونے چاہئیں نہ کہ مختلف۔" "آپ ٹھیک کہہ رہی ہیں" لیکن سچی بات یہ کہ بات اب بھی میری سمجھ سے دور تھی۔" (بقیہ صفحہ 25 پر)

ہم حاضر خدمت ہیں

طاہرہ نسیم۔ انچارج شعبہ رشتہ ناطہ۔ لجنہ اماء اللہ کینیڈا

خدا تعالیٰ نے اس کائنات کی تخلیق میں اپنے کمال اور ہنر کا ہر رنگ سمویا ہے اور مختلف انواع و اقسام کی مخلوق سے اسے رونق بخشی اور پھر ان کی افزائش اور بقاء کے لیے ان کے جوڑے بنائے اور انھیں ایک دوسرے کی ضرورت اور زینت ٹھہرایا۔

انسان خدا تعالیٰ کی بہترین مخلوق ہے اور اس دھرتی پر سارے رنگ اور ساری زندگی اسی کے دم سے ہے۔ مرد و عورت کا وجود زمین پر کہکشاں اور قوس و قزح کے جھلمل رنگوں کو ماند کرتا ہے۔ اور نیک مرد و زن گویا زمین پر بھی جنت بساتے ہیں اور آسمان پر بھی ایسے وجود عازمینِ جنت لکھے جاتے ہیں۔

شادی جنت نظیر گھر، خاندان اور پھر معاشرے کی تکمیل کا بنیادی عمل ہے۔ اور اس دنیا کا خوبصورت ترین فریضہ جسے صدیوں سے انسان نے اپنی ترجیحات میں سرفہرست رکھا ہوا ہے۔

لیکن آجکل کیا یہ بات نہیں رہی۔۔۔۔۔۔

بہت سے لوگوں کے ذہن میں یہ سوال گردش کرتا ہے کہ آج کل رشتوں اور شادیوں کے مراحل دشوار گزار کیوں ہو گئے ہیں۔ کیوں ہمارے بچے اس محبت بھرے موڑ سے خوف زدہ ہیں۔ کیوں مائیں دن رات اسی پریشانی اور خوف میں مبتلا ہیں۔ کہ اچھا رشتہ کیوں نہیں ہو رہا؟

کیوں شادی ہوتے ہی لوگ اس کے نباہ کے لیے دعائیں شروع کر دیتے ہیں۔ غور سے سوچا جائے تو کچھ بھی نہیں ہے۔ کوئی بھی مشکل نہیں ہے۔ یہ بات نہیں کہ دنیا بدل گئی ہے یا آسمان آنکھیں چُرا رہا ہے۔ نہیں! ہم تھوڑا سا بدل گئے ہیں۔ ہماری ترجیحات بدل گئی ہیں۔ ہماری سوچ میں بل آ گئے ہیں۔ ذرا تھوڑی دیر پہلے کے زمانے میں واپس لوٹ جائیں یہی کوئی 15 سے 20 سال پہلے۔ کیا تب سب بچے اور بچیوں کے رشتے آسانی سے نہ طے پا جاتے تھے۔ اور وہ خوش و خرم زندگی بھی بسر کرتے تھے۔ طلاق کی شرح بھی کم تھی۔ یہ کوئی تاریکی یا جہالت یا پتھر کا دور نہیں تھا کہ ہمیں عقل نہ تھی یا جوڑے جوڑ بن رہے تھے۔ فرق صرف یہ تھا کہ ہم مادہ پرست نہ تھے تقویٰ کو مدِ نظر رکھا جاتا تھا۔ شکل و صورت بھی دیکھی جاتی تھی مگر یہ حرفِ آخر نہ ٹھہرتی تھی۔ لڑکی کا قبول سیرت اور سگھڑ ہونا قابلِ قبول عمل تھا۔ اور لڑکے کا شریف اور برسرِ روزگار ہونا اہمیت کا حامل۔ حتیٰ کہ جسمانی معذوری بھی کسی کے غیر شادی شدہ رہنے کی وجہ قرار نہ پاتی تھی۔

پھر آج ایسا کیوں ہو رہا ہے۔ کہ بچیاں زیادہ پڑھ لکھ کر بھی اچھے رشتے کے انتظار میں بیٹھی رہتی ہیں۔ لڑکے پہلے سے زیادہ قابل اور active ہو گئے ہیں مگر بوڑھے ہو رہے ہیں۔ کہیں نہ کہیں تو کچھ سوچنے کے لائق ہے۔ اگر ہم سب مائیں اپنا جائزہ لیں تو ہم ضرور یہ کہیں گی کہ

آج ہم سو فیصد سے کم میچنگ پر راضی نہیں

ہم تقویٰ یا شرافت کو اپنی پہلی ترجیح نہیں ٹھہراتے

ہم ذات برادری اور مالی حیثیت کے پیچھے آج اپنے بچوں کی زندگیوں کے بہترین سال ضائع کر رہے ہیں۔

انھیں اس مغربی معاشرہ کا آسان شکار بننے کی راہ ہموار کر رہے ہیں۔

ابھی دنیا قائم ہے اور اُمید اس کی روشنی ہے۔ ہم آپکے ساتھ ہیں۔ ہم لجنہ کینیڈا کی رشتہ ناطہ ٹیم، آپکی خدمت کے لیے حاضر ہے۔

یہ ٹیم 2005 میں حضورِ انور حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ کی منظوری سے تشکیل دی گئی۔ آپ مختلف ذرائع سے ہم تک پہنچ سکتی ہیں۔ مثلاً رابطہ کے لیے ہمارا پتہ درج ذیل ہے۔

Web: www.rishtanata.ca

E mail: info@rishtanata.ca

یہ ٹیم خدا تعالیٰ کے فضل کے ساتھ آٹھ سال سے کافی کامیاب رشتے کروا چکی ہے اور بہت سے ابھی مختلف مراحل میں ہیں۔ بس آج سے ہم سب والدین یہ عہد کریں کہ ہم روزانہ دعا کو اپنا شعار بنائیں اور خلیفۃ المسیح سے رابطے میں رہیں کیونکہ انکی دُعائیں اور مشورے ہمارے لیے زادِ راہ ہیں۔

خدا کرے تقویٰ ہماری پہلی پسند ہو۔ کہ کلام الٰہی میں بھی تقویٰ کو بنیادی خوبی قرار دیا گیا ہے۔

شرافت ہمارا معیار ہو شکل و صورت سے اعراض نہیں لیکن اسے اپنی منزل نہ بنائیں۔ سچ ہماری زینت ہو اور صبر و برداشت ہمارا اخلاقی حسن ہو۔

اس سلسلے میں تجویز پیش کردہ مجلسِ شوریٰ لجنہ اماء اللہ پیش خدمت ہے:

"جیسا کہ سچ بولنا ایک اعلیٰ نیکی ہے۔ جو کہ ہر ایک فردِ جماعت میں بخوبی موجود ہونی چاہیئے۔ قرآن کریم میں بار بار اس کی تاکید آئی ہے۔

تاہم یہ دیکھا گیا ہے کہ خدا تعالیٰ کے اس اہم ترین حکم کو اکثر اوقات بعض ممبرات اپنی روزمرہ زندگی میں اور خصوصاً رشتہ طے کرنے کے معاملات اور رشتوں کو آگے بڑھانے میں نظر انداز کر دیتی ہیں۔ اس وجہ سے گھرانے اور خاندان ٹوٹ رہے ہیں۔ مزید برآں، یہ بھی دیکھا گیا ہے کہ غلط بیانی کے باعث دوغلے پن کو جگہ ملتی ہے جو کہ آج کی سوسائٹی میں عام طور پر رائج ہو رہا ہے۔

اس لئے مجلسِ شوریٰ سے ایسے طریق متعین کرنے کی درخواست کی گئی تھی جو لوگوں کو ہر مقام پر سچائی کی عادت کو اپنانے کو ترجیح دینے میں مدد دیں۔ خاص طور پر رشتہ طے کرنے کے موقع پر۔ تاکہ ممکنہ مسائل سے بچا جا سکے اور رشتے سچائی کی ٹھوس بنیادوں پر قائم ہو سکیں۔ انشاء اللہ"۔

اگر سو فیصد آپکی توقعات پوری نہ بھی ہو رہی ہوں تو آپ ایک دفعہ اپنے رب پر توکل کر کے تو دیکھیں۔ وہ کس طرح آپ کی زندگی کو ہموار اور روشن کرتا ہے۔ کہ انسانی عقل اسکا شکر ادا کرنے سے قاصر ہو جاتی ہے۔ ہم آپکے ساتھ ہیں خدا تعالیٰ بھی آپکے ساتھ رہے۔ آیئے مل کر قدم بڑھائیں۔ جزاکم اللہ۔

فیشن پرستی

قسط نمبر 2

فیشن سے متعلق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا شدید انذار وانتباہ اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور خلفائے احمدیت کی زرّیں نصائح

فیشن کی اقسام

فیشن کی بہت سی اقسام ہیں۔ بعض تو وہ ہیں جو صرف مردوں سے متعلق ہیں اور بعض صرف عورتوں سے۔ اور بعض اقسام فیشن کی دونوں میں مشترک ہیں۔ یہاں چند ایک کا ذرا تفصیلی ذکر کیا جائے گا اور بتایا جائے گا کہ ان کے کیا مضر اثرات ہیں اور ہماری دینی تعلیم اس بارہ میں کیا ہے۔ حضرت ابو ہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

”دوزخیوں کے دو گروہ ایسے ہیں کہ ان جیسا میں نے کسی گروہ کو نہیں دیکھا۔ ایک وہ جن کے پاس بیل کی دُموں کی طرح کوڑے ہوتے ہیں جن سے وہ لوگوں کو مارتے پھرتے ہیں اور دوسرے وہ عورتیں جو کپڑے تو پہنتی ہیں لیکن حقیقت میں وہ ننگی ہوتی ہیں۔ ناز سے لچکدار چال چلتی ہیں لوگوں کو اپنی طرف مائل کرنے کے جتن کرتی پھرتی ہیں۔ بختی اونٹوں کی لچکدار کوہانوں کی طرح ان کے سر ہوتے ہیں۔ ان میں سے کوئی جنت میں داخل نہیں ہوگی اور اس کی خوشبو تک نہ پائے گی حالانکہ اس کی خوشبو بہت دور سے آسکتی ہے“۔

(مسلم کتاب اللباس)

لباس کے بارہ میں قرآنِ کریم کی تعلیم یہ ہے کہ ”لِبَاسُ التَّقْوٰی ذٰلِکَ خَیْرٌ“۔ (الاعراف:27)

ترجمہ: اور رہا تقویٰ کا لباس! تو وہ سب سے بہتر ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے ایک دوست نے سوال کیا کہ ہندوؤں والی دھوتی اوڑھنی جائز ہے یا نہیں؟ فرمایا:

”تشبیہ بالکفار تو کسی رنگ میں بھی جائز نہیں۔ اب ہندو ماتھے پر ایک ٹیکہ سا لگاتے ہیں کوئی وہ بھی لگالے۔ یا سر پر بال تو ہر ایک کے ہوتے ہیں مگر چند بال بودی کی شکل میں ہندو رکھتے ہیں اگر کوئی ویسے ہی رکھ لیوے تو یہ ہرگز جائز نہیں۔ مسلمانوں کو اپنی ہر ایک چال میں وضع قطع میں غیرت مندانہ چال رکھنی چاہئے۔۔۔۔ ہاں البتہ اگر کسی کو کوئی نئی ضرورت درپیش آئے تو اُسے چاہئے کہ ان میں سے ایسی چیز کو اختیار کرے جو کفار سے تشبیہ نہ رکھتی ہو۔ اور اسلامی لباس سے نزدیک تر ہو۔ جب ایک شخص اقرار کرتا ہے کہ میں ایمان لایا تو پھر اس کے بعد وہ ڈرتا کسی چیز سے اور وہ کون سی چیز ہے جس کی خواہش اب اس کے دل میں باقی رہ گئی ہے کیا کفار کی رسومات اور بدعات کی؟ اب اسے ڈرچاہیئے تو خدا کا۔ اتباع چاہئے تو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی۔ کسی ادنیٰ سے گناہ کو خفیف نہ جاننا چاہیئے بلکہ صغیرہ سے ہی کبیرہ بن جاتے ہیں۔ اور صغیرہ ہی کا اصرار کبیرہ ہے۔“

(ملفوظات جلد سوم مطبوعہ 2003 صفحہ 247-246)

نیز فرمایا:

”انسان کو جیسے باطن میں اسلام دکھانا چاہیئے ویسے ہی ظاہر میں بھی دکھلانا چاہیئے۔۔۔ جو شخص ایک قوم کے لباس کو پسند کرتا ہے تو پھر وہ آہستہ آہستہ اس قوم کو اور پھر ان کے دوسرے اوضاع واطوار حتیٰ کہ مذہب کو بھی پسند کرنے لگتا ہے اسلام نے سادگی کو پسند کیا ہے اور تکلفات سے نفرت کی ہے۔۔۔ کیونکہ پھر آہستہ آہستہ انسان کی نوبت تتبع کی یہاں تک پہنچ جاتی ہے کہ وہ ان کی طرح طہارت کرنا بھی چھوڑ دیتا ہے۔“ (ملفوظات جلد چہارم مطبوعہ 1984 لندن صفحہ 387)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ:

”جس نے عاجزی اور انکساری کی وجہ سے عمدہ لباس ترک کیا حالانکہ وہ اس کی استطاعت رکھتا ہے تو ایسے شخص کو اللہ تعالیٰ اختیار دے گا کہ ایمان کی پوشاکوں میں سے جو پوشاک چاہے پہن لے۔“ (ترمذی کتاب الصفۃ القیامۃ)

حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ فرماتے ہیں:

”ہر کام کیلئے ایک لباس ہے۔ گھوڑے کی سواری کا لباس ہے، ایک سو گز دوڑ کا لباس ہے۔ مسجد میں آنے کا لباس ہے۔ گھر کا بھی ایک لباس ہے لیکن ایک لباس مسلمان کا ہے اور مسلمان کا لباس ہے لباس التقویٰ۔ اور ایک مسلمان کی ساری بھلائی اس لباس میں ہے۔۔۔۔ لیکن ایک ایسا لباس ہے جس میں کوئی تبدیلی نہیں ہوتی اور وہ تقویٰ کا لباس ہے۔ یہ نہیں کہ کبھی تقویٰ کا لباس اوڑھا ہوا ہے اور اس سے نور کی شعاعیں باہر نکل رہی ہیں اور کبھی شیطان کا دامن اپنے گرد لپیٹ لیا ہے اور ہر طرف اندھیرا ہی اندھیرا چھا گیا ہے۔

(مشعلِ راہ جلد دوم مطبوعہ 2006 انڈیا صفحہ 280)

ہمارے پیارے امام حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز اس کے بارے میں فرماتے ہیں:

”اب دیکھیں کہ آج کل بھی شادی بیاہوں میں صرف ایک دو دفعہ پہننے کیلئے دلہن کیلئے، دولہا کیلئے بھی اور رشتہ داروں کیلئے بھی کتنے مہنگے جوڑے بنوائے جاتے ہیں جو ہزاروں میں بلکہ لاکھوں میں چلے جاتے ہیں۔ صرف دکھانے کیلئے کہ ہمارے جہیز میں اتنے مہنگے مہنگے جوڑے ہیں یا اتنے قیمتی جوڑے ہیں یا ہم نے اتنا قیمتی جوڑا پہنا ہوا ہے۔ صرف فخر اور دکھاوا ہوتا ہے۔ کیونکہ پہلے تو یہ ہوتا تھا پرانے زمانے میں کہ قیمتی جوڑا ہے تو آئندہ وہ کام بھی آجاتا ہے۔ کام سُچا ہوتا تھا اچھا ہوتا تھا پھر اب تو وہ بھی نہیں رہا کہ جو اگلی نسلوں میں یا اگلے بچوں کے کام میں آجائیں۔ ایسے کپڑے یونہی ضائع ہو جاتے ہیں۔ ضائع ہو رہے ہوتے ہیں۔ پھر فیشن کے پیچھے چل کر دکھاوے اور فخر کے اظہار کی رو میں بہہ کر قرآن کریم کے اس حکم کی بھی خلاف ورزی کر رہے ہوتے ہیں کہ اپنی زینتوں کو چھپاؤ۔ فیشن میں بعض ایسے ایسے عریاں قسم کے لباس سِل رہے ہوتے ہیں۔ کسی کو کوئی خیال ہی نہیں ہوتا۔ تو احمدی بچیوں اور احمدی خواتین کو ایسے لباسوں سے جس سے ننگ ظاہر ہوتا ہو پرہیز کرنا چاہئے اور پھر فخر کیلئے لباس پہنیں گے تو دوسری بُرائیاں بھی جنم لیں گی۔ اللہ تعالیٰ ہر احمدی بچی ہر احمدی عورت کو ایمان کی پوشاک ہی پہنائے اور دنیاوی لباس جو دکھاوے کے لباس ہیں ان سے بچائے رکھے۔ اسی طرح مرد بھی اگر دکھاوے کے طور پر کپڑے پہنتے ہیں تو وہ بھی اسی زمرے میں آتے ہیں۔ صاف ستھرا اچھا لباس پہننا منع نہیں ہے۔ اس سوچ کے ساتھ یہ لباس پہننا منع ہے کہ اس میں فخر کا اظہار ہوتا ہو، دکھاوا ہوتا ہو۔“

(خطبات مسرور جلد دوم صفحہ 9-8 مطبوعہ 2005 انڈیا)

ننگے سر پھرنے کا فیشن

ننگے سر پھرنا بھی نوجوانوں کا ایک فیشن ہے اور آج کل

عورتوں میں بھی یہ وباء عام ہو رہی ہے۔

حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس بارہ میں فرماتے ہیں:

”مغربی تہذیب سے متاثر ہو کر ہمیں کوئی حرکت نہیں کرنی چاہیئے۔ مغربی تہذیب یہ سِکھاتی ہے کہ ٹوپی کے اتارنے میں عظمت ہے۔۔۔ لیکن اسلامی تہذیب یہ ہے کہ ٹوپی پہننی چاہئے۔ یورپین تہذیب یہ کہتی ہے کہ عورت اپنے سر ننگا رکھے لیکن اسلامی تہذیب یہ سکھاتی ہے کہ عورت اپنے سر کو ڈھانک کر رکھے۔ چنانچہ فقہاء نے اس بات پر بحثیں کی ہیں اور انہوں نے لکھا ہے کہ نماز میں اگر عورت کے سر کے بال ننگے ہوں تو اس کی نماز نہیں ہوتی۔ پس میں نے انہیں کہا کہ آپ لڑکوں کو یہ بتائیں کہ اسلامی شعار ٹوپی پہننے میں ہے ٹوپی اتارنے میں نہیں ہاں اگر کسی کے پاس ٹوپی نہ ہو تو وہ ننگے سر بھی مسجد میں نماز کیلئے جا سکتا ہے جس طرح یہ مغربیت ہو گی کہ کسی کے پاس ٹوپی ہو اور وہ پھر بھی اسے نہ پہنے اور ہر وقت بالوں کی مانگ نکالنے، تیل ملنے اور کنگھی کرنے میں ہی مصروف رہے“۔

(مشعلِ راہ جلد اول صفحہ 340)

ایک اور جگہ آپؓ فرماتے ہیں کہ:

”ننگے سر پھرنا آوارگی کی علامت ہے۔“

حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ نے اس سلسلہ میں فرمایا:

”احمدی نوجوانوں کو ہمیشہ ٹوپی پہننے کی عادت ڈالنی چاہئے اور یہ بات اپنے شعار میں داخل کرنی چاہئے۔“ (مشعلِ راہ جلد سوم 94-93)

جسمانی حسن کی نمائش

یہ بھی مردوں اور عورتوں کی یکساں بیماری اور کمزوری ہے۔ اس کے بارہ میں حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

”اسلام جسمانی حسن کی زیادہ نمائش پسند نہیں کرتا کیونکہ اس طرح کئی قسم کی بدیاں پیدا ہو جاتی ہیں۔ لیکن اسلام یہ بھی پسند نہیں کرتا کہ کوئی ننگے بدن پھرنے لگ جائے کیونکہ ننگے بدن پھرنا بھی کئی قسم کی بدیاں پیدا کرنے کا موجب بن جاتا ہے“۔

(مشعلِ راہ جلد اول صفحہ 340)

نیز فرمایا:

”مرد کا حسن اس کے بناؤ سنگھار میں نہیں بلکہ اس کی طاقت اور کام میں ہے۔“ (مشعلِ راہ جلد اول صفحہ 42)

”ظاہری بناؤ سنگھار کی بجائے اچھے اخلاق دلوں پر اثر کیا کرتے ہیں۔۔۔ مگر جو شخص اپنا وقت چھوٹی چھوٹی باتوں میں ضائع کر دیتا ہے وہ نیکی کے بڑے بڑے کاموں سے محروم رہ جاتا ہے۔“ (مشعلِ راہ جلد اول صفحہ 43)

بھولیو مت کہ نزاکت ہے نصیب نسواں
مرد وہ ہے جو جفاکش ہو گل اندام نہ ہو

(ابھی جاری ہے)

ہنسی علاج الامراض ہے

ماخوذ از الفضل ربوہ 19 ستمبر 2003ء

یہ حقیقت ہے کہ ”ہنسنا اور خوش رہنا“ بہت سے امراض کا علاج ہے۔ امراضِ معدہ و امراضِ قلب و دماغ و اعصاب، نفسیاتی عوارض، اعصابی دباؤ اور تناؤ، افسردگی، مایوسی، گھبراہٹ، بے چینی، پریشانی، موڈ کی خرابی غرضیکہ سب کا مؤثر علاج ہے۔ جو شخص خود خوش رہتا ہے ہنستا ہے، دوسروں کو ہنساتا ہے، نہ صرف اپنی ذات پر مفید اثرات ڈالتا ہے بلکہ معاشرہ پر بھی مثبت اثرات مرتّب کرتا ہے۔ جس کی وجہ سے اس کا حلقہ احباب وسیع سے وسیع تر ہوتا جاتا ہے۔

ایک مقولہ ہے کہ ”اگر تم ہنسو گے تو ساری دنیا تمہارے ساتھ ہنسے گی اور روؤ گے تو اکیلے رہو گے“

ایسا شخص نہ صرف اپنا غم بھلاتا ہے بلکہ دوسروں کے غموں کا بھی ازالہ کرتا ہے۔ پھر یہ علاج ہے بھی مفت۔ اور اس میں نہ ڈاکٹروں کی فیس، نہ دوا کی بدمزگی، نہ ٹیکے کے درد سے واسطہ پڑتا ہے۔ روحانی و مذہبی اعتبار سے مسکرانا اور خوش رہنا باعثِ ثواب ہے۔ ہمارے آقا و مولیٰ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے خندہ پیشانی سے ملنے کی تلقین فرمائی ہے۔ سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ مسکرانے پر بہت زور دیا کرتے تھے۔ بلاشبہ خندہ روئی مکارمِ اخلاق کا ایک اہم جزو ہے۔

مرزا غالب نے کیا خوب کہا

ع نہ ہو مرنا تو جینے کا مزہ کیا

ہنسنے کا صحیح اور حقیقی لطف ہی تب آتا ہے جب انسان خدا کے حضور روئے بھی ورنہ ہمہ وقت ہنسنے سے طبیعت بوجھل اور پریشان ہو جاتی ہے ہر چیز کی انتہاء ٹھیک نہیں ہوتی، میانہ روی ہمیشہ بہتر ہوتی ہے۔

بعض ایسے لوگ دیکھے گئے ہیں جو ہنسی میں اعتدال کو قائم نہیں رکھتے اور اچھی بھلی سنجیدہ بات کو بھی ہنسی اور تمسخر کی نظر کر ڈالتے ہیں۔ یا پھر اپنے یا دوسروں کے مقام اور درجہ کا بھی خیال نہیں رکھتے۔

وہاں بعض ایسے بھی ہیں جو اس حسین فعل کی انجام دہی میں بخیل واقعہ ہوئے ہیں جب وہ ہنستے ہیں تو کچھ ایسے ہنستے ہیں گویا کوئی جبری ڈیوٹی انجام دے رہے ہوں یا پھر ان کے ہنسنے کا انداز کچھ ایسا ہوتا ہے جیسے رو رہے ہوں۔ ممکن ہے انہیں اپنے مبارک دانتوں کو نظر بد کا خدشہ ہو اور وہ انہیں چھپانا چاہتے ہوں۔ ہم نے تجربہ کیا ہے اور ہر شخص اس کا خود تجربہ کر سکتا ہے کہ خوش باش رہنے اور ہنسنے سے کثرتِ کار کے باوجود بھی تھکاوٹ نہیں ہوتی۔

بعض لوگ ہنسنے ہنسانے کیلئے جھوٹ سے کام لیتے ہیں۔ اور اگر کہا جائے تو کہتے ہیں کونسا جھوٹ ہے یہ تو مذاق ہے۔ اس بارہ میں حضرت رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کا کچھ یوں ارشاد ہے کہ جو شخص دوسروں کو ہنسانے کے لئے جھوٹ بولتا ہے اس کے لئے ہلاکت ہے۔ ہلاکت ہے۔

یوں تو اس کی اَن گنت مثالیں ہیں مگر اس کی بدترین مثال جو نجانے کتنی ہلاکت خیزیوں اور نقصانات کا باعث بن چکی ہے اور آئے دن بنتی رہتی ہے وہ ہے فرسٹ اپریل فول کی رسم۔ اس دن (جھوٹ بول کر) کہا جاتا ہے کہ تمہارے فلاں عزیز کو حادثہ پیش آگیا ہے۔ یا فلاں کو ہارٹ اٹیک ہو گیا ہے یا سنگین کیس میں گرفتار کر لیا گیا ہے وغیرہ وغیرہ۔ اس کے نتیجہ میں خطرناک حادثات و واقعات پیش آچکے ہیں یہ ایک نہایت جاہلانہ ہلاکت آفرین جھوٹ ہے۔ جسے روکنے کے لئے اہم اقدامات کی ضرورت ہے۔

ہنسنے اور خوش رہنے سے عملِ ہضم نہایت خوبی سے انجام پاتا ہے جو کہ سفوفاتِ ہاضمہ اور چورنوں سے کہیں زیادہ موثر اور بے ضرر ہے جب کہ پریشان رہنے اور کڑھنے سے یہ فعل بہت متاثر ہوتا ہے۔

درخواستِ دُعا

مکرمہ رضیہ طیّبہ میر صاحبہ، مکرمہ مبشرہ رحمٰن صاحبہ، مکرمہ شاہینہ بشریٰ صاحبہ، مکرمہ محمودہ رفیق صاحبہ اہلیہ محمد حازق رفیق طاہر اسیر راہِ مولیٰ ساہیوال، مکرمہ مافیہ بٹ صاحبہ، مکرمہ قمر النساء رانا صاحبہ، مکرمہ ناصرہ حسن صاحبہ، مکرمہ دُرِّ ثمین علی صاحبہ احمدیہ ابوڈ آف پیس اور راحت قدسیہ صاحبہ وینیپیگ سے اپنے اہل و عیال کی صحت و سلامتی کے لئے درخواستِ دُعا کرتی ہیں۔ اسی طرح مکرمہ امتہ الستار صاحبہ احمدیہ ابوڈ آف پیس اپنی والدہ کی عمر و صحت نیز اُنکی خدمت کی توفیق پانے کیلئے اور اپنے تمام بچوں کے نیک اور خادمِ دین ہونے کیلئے درخواستِ دُعا کرتی ہیں۔

غیر ممکن کو یہ ممکن میں بدل دیتی ہے اے میرے فلسفیو زورِ دعا دیکھو تو

طیبہ طاہرہ ۔ رحمٰن ڈھل

جب کوئی بندہ اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہے تو اکثر اوقات اس کی قبولیت کے اثرات فوری طور پر وہ اپنی زندگی میں دیکھ لیتا ہے لیکن کبھی اس دعا کے اثرات اس کی وفات کے بعد اس کی اولاد اور آنے والی نسلیں دیکھتی ہیں۔ اسی طرح کا قبولیت دعا کا ایک واقعہ میں آپ کو سنانے جا رہی ہوں۔

یہ 1967 کی بات ہے جب میری بہن امتہ المجید جامعہ نصرت کالج ربوہ میں سیکنڈ ائیر کی طالبہ تھی۔ وہ بہت حسین، صالحہ، نیک فطرت، خوش مزاج ہر دلعزیز اور فعال وجود تھیں۔ اللہ تعالیٰ ان کے درجات بلند فرمائے۔ آمین۔ جب وہ کالج جاتیں تو آتے جاتے راستے میں ان کی سانس پھول جاتی ایک دن کچھ زیادہ ہی طبیعت خراب ہوگئی تو ہمارے والد محترم میاں عبدالسلام صاحب اور والدہ محترمہ سکینہ بیگم صاحبہ (مرحومین) انہیں فضل عمر ہسپتال (ربوہ) ڈاکٹر کے پاس لے گئے۔

تمام چیک اپ ہونے کے بعد ڈاکٹر نے بتایا کہ ان کے دل کے والو بند ہیں اور یہ والو سرجری کے بغیر نہیں کھل سکتے اور اوپن ہارٹ سرجری پاکستان میں مشکل ہے۔ اس لئے آپ اسے امریکہ لے جائیں۔ ہمارے والدین بہت پریشان ہوئے اور اللہ تعالیٰ سے گڑگڑا کر دعائیں کرنے لگے۔ جواں سالہ بیٹی کی بیماری نے اُن کی راتوں کی نیندیں اُڑا دی تھیں۔ آپ رات کو دعا کے لئے اٹھتے بے چینی سے صحن میں چکر لگاتے اور کہتے جاتے یا اللہ ہم اسے امریکہ نہیں لے جاسکتے تو امریکہ کو یہاں لے آ اور ساتھ ہی والدہ محترمہ اکثر یہ شعر پڑھتیں

اک کرشمہ اپنی قدرت کا دکھا
تجھ کو سب قدرت ہے اے ربُّ الورٰی

ارشاد خداوندی "اَمَّنْ یُّجِیْبُ الْمُضْطَرَّ اِذَا دَعَاہُ وَیَکْشِفُ السُّوْٓءَ" (النمل-63) ترجمہ: یا (پھر) وہ کون ہے جو بے قرار کی دعا قبول کرتا ہے جب وہ اسے پکارے اور تکلیف دور کر دیتا ہے"۔ کے عین مطابق ایک مضطرب ماں کی دعا اس طرح اللہ تعالیٰ نے قبول فرمائی کہ کچھ دنوں کے بعد ہی ڈاکٹر نے ابا جان کو بتایا کہ امریکہ سے ہارٹ اسپیشلسٹ کی ایک ٹیم جناح ہسپتال کراچی میں آئی ہوئی ہے اور چونکہ ربوہ کا ہسپتال شروع ہی سے بہت اچھے ہسپتالوں میں شمار ہوتا تھا اسلئے جناح ہسپتال کراچی کے کچھ ڈاکٹرز انہیں لے کر ربوہ فضل عمر ہسپتال میں آرہے ہیں۔ یہاں پر وہ ایک ماہ ٹھہریں گے آپ اپنی بیٹی کا ان سے چیک اپ کروالیں۔

میرے والدین اللہ تعالیٰ کے حضور سربسجود ہوگئے اسکی ذات کے شکرانے ادا کرنے لگ گئے ڈاکٹروں نے ان کا طبی معائنہ کرنے کے بعد بتایا کہ ان کے دل کے دو والو بند ہیں۔ ان کی سرجری کے لئے فوری طور پر کراچی آنا ہوگا اور ایک ڈاکٹر ہماری ٹیم میں سے ان کے ساتھ ہوگا جو ان کو گاہے بگاہے چیک کرتا رہے گا۔ ہمارا گھر فضل عمر ہسپتال کی پچھلی دیوار کے بالکل ساتھ تھا۔ ان چند ہفتوں میں جو بھی لیڈی ڈاکٹر تھیں اُن کی ہماری والدہ اور بہن کی خوش مزاجی اور اعلیٰ اخلاق کی وجہ سے بہت اچھی دوستی ہوگئی اور تقریباً ہر روز ہی وہ شام کو ہمارے گھر آجاتی تھیں اور والدہ کو تسلی دیتیں۔

ان کے جاتے ہی والدین نے حضور انور کی اجازت اور ساری جماعت کی دعاؤں کے ساتھ کراچی کے لئے رختِ سفر باندھا۔ وہاں طویل قیام اور تمام انتظامات کے بعد ڈاکٹروں نے میری بہن کی سرجری کر دی ان دنوں جناح ہسپتال کراچی کی عمارت زیر تعمیر تھی وہاں کے ڈاکٹرز، نرسیں اور تمام عملہ ہمارے ابا جان کو دعائیں کرتے ہوئے دیکھتا تھا۔ وہ کہتے امتل کے ابا، نہ اینٹ دیکھتے ہیں نہ پتھر، بس سجدے میں گرے رہتے ہیں اور یہ ان کی دعائیں ہی تھیں کہ پاکستان میں پہلی بار اوپن ہارٹ سرجری کا کیس کامیاب ہوا۔ یہ خبر اخبار میں چھپ گئی۔ شکرانے کے طور پر ہماری والدہ نے ہماری دوسری بہن امتہ النصیر کو نرس بننے کے لئے اسی ہسپتال میں بھیجا تاکہ وہ نرس بن کر مریضوں کی خدمت کرے۔

آپریشن کے بعد سترہ سال میری بہن زندہ رہیں انہوں نے بی۔اے کیا پھر بی۔ایڈ کیا اور سکول میں ٹیچر کی جاب کی۔ سترہ سال بعد دوبارہ تکلیف ہوئی اور جناح ہسپتال کراچی میں ہی دوبارہ سرجری ہوئی لیکن اس کے چھ ماہ بعد ہی ان کی وفات ہوگئی۔ میری بہن نے انتہائی صبر اور استقلال کے ساتھ اس طویل بیماری کا مقابلہ کیا۔ وہ وفات کے وقت سکول میں وائس پرنسپل تھیں۔ دینی خدمت کے لیے ہر وقت تیار رہتیں۔ چھوٹی آپا کے ساتھ تاریخ لجنہ لکھنے میں معاون و مددگار رہیں۔ دین اور دنیا کا علم رکھنے والی، چھوٹے بہن بھائیوں، رشتہ داروں کے لئے سراپا محبت تھیں۔ وفات کے وقت صرف 32 سال کی تھیں۔ اللہ تعالیٰ ان کے درجات بلند کرے اور جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے۔ (آمین)

آج جب ربوہ میں طاہر انسٹیٹیوٹ کی شاندار عمارت کو دیکھتی ہوں جو کہ ہمارے گھر کے صحن سے ہی نظر آتی ہے اور اس میں قدم رکھتی ہوں تو مجھے وہ راتیں، کھلا آسمان، بڑا صحن اور ایک مضطرب ماں کے قدموں کی چاپ اور آنسوؤں میں ڈوبی ہوئی فریاد۔ یا اللہ! امریکہ کو یہاں لے آ۔ کانوں میں گونجتی ہے اور ایسا لگتا ہے کہ میری ماں کی دعاؤں کے سبب آج سے 40 سال پہلے والا فضل عمر ہسپتال بالکل امریکہ جیسے ہسپتال میں بدل گیا ہے۔ الحمدللہ۔

”پہچان اپنے آپ کو“

آمنہ طاہرہ ونڈزر

سنو بہنو اور بیٹیو!

زندگی کو اپنی تابع قرآن رکھنا
فرشتے بھی گنگنائیں ایسا وقار رکھنا
پہچان اپنے آپ کو تقدس بحال رکھنا
قدم نہ ڈگمگائیں ایسے سنبھال رکھنا
تربیت بھی ایسے کرنا عاقبت سنوار رکھنا
جھوٹ سے ہو نفرت سچ کا خیال رکھنا
لگنے نہ پائیں ان کو مغرب کی سرد ہوائیں
دعاؤں اور سجدوں سے ان کو سنبھال رکھنا
جائیں جدھر یہ کلیاں خلافت سے رہیں وابستہ
دعائیں بھی تم کرنا راضی خدا بھی رکھنا
استغفار اور درود سے گھروں کو سجائے رکھنا
نیم شب دعاؤں میں طاہرہ کو بھی یاد رکھنا

ٹوٹکے

از ماہ رُخ میاں صاحبہ۔ سکاٹون نارتھ

- بلیک ہیڈز کو ختم کرنے کیلئے ایک ٹھنڈا ٹماٹر درمیان سے کاٹ کر چہرے پر مَلیں اور پھر چہرہ دھولیں۔ چند دن یہ عمل جاری رکھیں
- دن کے اوقات میں تھکن سے بچنے کیلئے ناشتے کے بعد چند چیچ دہی ضرور کھائیں۔

(بقیہ: از صفحہ 20)

تو بیٹا! جان اور اولاد کو وقت اور مال کے ساتھ شامل کرنے میں جو حکمت پوشیدہ ہے وہ یہ ہے کہ جسطرح وقت اور مال کو لغو کاموں کیلئے ضائع کرنا منع کرنا ہے بالکل اسی طرح اپنی اولاد کو مناسب وقت و تربیت فراہم نہ کرنا بھی اُن کا زیاں ہے، قربانی نہیں!۔ ”اوہ۔۔۔“ بات نے دماغ میں جگہ بنانی شروع کر دی تھی۔ ”یعنی اولاد کی تربیت، کیلئے جماعتی کاموں کو پس پشت ڈال دیں؟“ میں نے کن اکھیوں سے سلمٰی کو دیکھا جو مسکراتے ہوئے چائے کے برتن میز پر سجا رہی تھیں۔

”ہرگز نہیں، یہاں بات کو گہرائی میں جا کر سمجھو، اگر ہم اولاد کی صحیح خطوط پر تربیت کر رہے ہیں تو کیا ہم جماعتی احکامات سے خدانخواستہ رُوگردانی کر رہے ہیں؟ ہرگز نہیں! بلکہ ہم تو ان کے حق میں دعا بھی یہی کرتے ہیں کہ اللہ ان کو اپنے فضلوں کا وارث بنائے۔ تو یہ اعلیٰ وراثت حاصل کرنے کیلئے اعلیٰ تربیت کی ضرورت ہے جو والدین، خاص طور پر ماں کی ذمہ داری ہے۔ یا ہم عملی طور پر تو کچھ نہ کریں اور اُمید لگائے رکھیں کہ بہترین جزا ملے گی؟“

”لیکن آنٹی ہم تو جماعت کی خاطر ”قربانی“ کا لفظ استعمال کرتے ہیں ناں!۔۔۔“ ”تو بیٹا مال یعنی اپنے روپیہ کو پھینک دینا قربانی ہے یا جماعتی کاموں کیلئے استعمال میں لانا قربانی ہے اور وہی بات کہ اگر ایک مفہوم ایک لفظ پر پورا اُترنا چاہے تو اسی جگہ موجود تمام الفاظ کیلئے مفہوم یکساں ہونا چاہیئے۔ اپنی جان کو جماعت کے مقصد حاصل کرنے کیلئے قربان کرنے یعنی پس پشت ڈالنے کا حکم ہے یا نعوذ باللہ خود کُش حملہ آوروں کی طرح گلے میں بم باندھ کر اندھا دھند کہیں بھی کود پڑنے کا نام قربانی ہے؟ اپنے وقت کو صحیح رنگ میں جماعت کی خاطر استعمال کرنا قربانی ہے یا ں بلاوجہ گپیں ہانکنا یا ٹی وی دیکھنا قربانی ہے؟“

”لفظ قربانی کی روح کو سمجھو یعنی مطلوبہ مقاصد حاصل کرنے کی خاطر تمام وسائل کا ”احسن طریق پر استعمال“ قربانی ہے نہ کہ ان کا زیاں، قربانی ہے“۔

اب آنٹی وضاحت سے بات کی تشریح کر رہی تھیں۔ ”دیکھو مذہب کے ساتھ ہی قوم کا بھی ذکر ہے۔ اگر مذہب انفرادی رنگ میں قربانی کا متقاضی ہے تو قوم مجموعی حیثیت میں۔ یعنی اگر آپ مذہب کی خاطر اتنا مصروف رہیں کہ گھر سے عملاً تمام وقت دور رہیں، بچہ کی مناسب تربیت پر توجہ نہ کریں، اسکو مصروف رکھنے کیلئے کوئی مفید اور مثبت مقصد نہ دیں تو ایسا بچہ کل بڑا ہو کر مذہب کو بھی نقصان پہنچا سکتا ہے اور قوم کو بھی۔ قوم آپ کا معاشرہ بھی ہے اسی لیئے تو مذہب بچہ کے اخلاق سنوارنے کا بھی تاکید اً حکم دیتا ہے۔ لہٰذا بچہ کی تربیت کیلئے لگایا جانے والا وقت بھی دراصل مذہب اور قوم کی خاطر وقت اور جان کی قربانی ہی کے زمرے میں آتا ہے“۔ ”میں شرمندہ تھی کہ میں تو قربانی کا ایک ہی مفہوم جانتی تھی، پرواہ نہ کرنا، یعنی مذہب کی خاطر اپنی، دولت کی نیز اولاد اور وقت کی پرواہ نہ کرنا لیکن آنٹی نے تو جیسے میری آنکھیں کھول دی تھیں“۔

”ہاں اگر آپ اولاد کو جماعتی و مذہبی ذمہ داریوں سے بچنے کے لئے ایک ڈھال کے طور پر استعمال کریں۔ کہ وہاں تو یہ عذر پیش کر دیا کہ بچے کو علمی و تربیتی رنگ میں توجہ کی ضرورت ہے لیکن عملی طور پر خود ٹی وی کے آگے یا Skype پر بیٹھے رہیں، دوستوں، سہیلیوں کیساتھ فون پر وقت ضائع کرنے لگیں تو یہ ہلاکت ہے اور یہاں آپ نے عمداً اپنے آپ کو ایک ثواب سے محروم کیا ہے جس کا روحانی فائدہ آپ کے بچے کو بھی پہنچ سکتا ہے“۔

”لیکن آنٹی! اللہ جماعتی کام کرنے والوں کے بچوں کو ضائع بھی تو نہیں کرے گا ناں!“ کہ جب بچہ اپنے ارد گرد جماعت کو مقدم رکھنے کا ماحول دیکھے گا تو یہی سیکھے گا۔“ ایک آخری گرہ اب بھی میرے ذہن میں تھی۔

”یقیناً! اللہ تعالیٰ ظالموں میں سے نہیں ہے۔ لیکن ساتھ ہی ساتھ با عمل مسلمان بننے کی ہدایت بھی کرتا ہے“۔

اس کے ساتھ ہی سلمٰی کے فون پر مغرب کی اذان گونجنے لگی اور آنٹی نماز کی ادائیگی کے لئے معذرت کر کے اُٹھ گئیں۔

سلمٰی کے گھر سے اپنے گھر آتے آتے ”جماعتی خدمت“ کی توفیق پر میرے دل میں موجود ’تفاخر‘ کہیں ہوا میں تحلیل ہو چکا تھا اور اس کی جگہ ایک مبہم سے خوف نے لے لی تھی۔ ”کیا میں بحیثیتِ ماں، تربیتِ اولاد سے متعلق اپنی ذمہ داریاں احسن رنگ میں بجا لا رہی ہوں۔ کیا میں قربانی کی رُوح کے مطابق اپنی اولاد کو دین کی خاطر جان قربان کرنے والا بنا رہی ہوں یا انہیں اپنی کم فہمی کے باعث محض لفظی طور پر ’قربان‘ کر رہی ہوں ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ آپ بھی ذرا سوچئے تو!۔۔۔“

النساء کے نام، آپ کا پیام

محترمہ امتہ الستار صاحبہ احمدیہ ابوڈ آف پیس سے گزشتہ رسالہ ملنے پر اس رنگ میں اپنے خیالات کا اظہار کرتی ہیں۔

میری بیٹی نے کیسا خوبصورت "النساء" مرتب کر کے دکھایا
نہیں کوئی تعریف النساء کی، جو مواد اس میں ہم نے ہے پایا
خدا کرے فرزانہ کی محنتوں کو پیارے آقا کی دُعائیں لگتی رہیں
لکھنے والوں کے ذہن و فہم کو خلیفہ کی دعائیں جِلا بخشتی رہیں
چاہنے والوں کی دعاؤں سے یہ پروان سدا چڑھتا رہے
النساء کا کارواں بلندیوں کی طرف سدا بڑھتا رہے

رسالہ النساء کے لئے اِن بہنوں کی نگارشات ہمیں موصول ہوئیں۔ بے حد شکریہ۔ اگر مضامین معیاری ہوئے تو وقتاً فوقتاً شاملِ اشاعت ہوتے رہیں گے۔

عنوان	پیشکش	جماعت
نظم۔ مجھ سے پہلے	صائمہ اسلم	بیری
ہم بولے گا تو بولو گے کہ	طاہرہ مسعود	سکاربورو
دعوۃ الی اللہ	آنسہ نواز	مالٹن
پردہ	عطیۃ الحئی عادل	سسکاٹون
پنجیری	امتہ السلام	پیس ویلج ساؤتھ
معجزات حضرت مسیح موعودؑ	آنسہ نواز	مالٹن
یوم مصلح موعود	آنسہ نواز	مالٹن
اللہ تعالیٰ کے صفاتی نام مذکور از سورۃ فاتحہ	ناصرہ نسیم	وان نارتھ
کیا مجھ پر زکوٰۃ واجب ہے	نادیہ خالد	سسکاٹون نارتھ
تم یاد آتے ہو	امتہ القدوس صائمہ	سسکاٹون نارتھ
مسجد دارالرحمت سنگِ بنیاد سے سنگِ میل	امتہ القدوس صائمہ	سسکاٹون نارتھ
امریکی صدر "ابراہیم لنکن کا خط"	حمیرا چوہدری	سسکاٹون نارتھ
آہ میرے والدین	فضیلت مہر	وان ایسٹ
صفائی ایمان کا حصہ ہے	سیّدہ بشریٰ شاہ	سسکاٹون نارتھ
والدِ محترم کے نام	امتہ القدوس صائمہ	سسکاٹون نارتھ
ضائع میرا پیغام نہ ہو	نمودِ سحر	ریجائنا
ویلنٹائن ڈے ایک غیر اسلامی رسم	حنیفہ عندلیب	کیلگری نارتھ ویسٹ

قرآن کریم

ارم شہزادہ۔ وینکوور

دل کے ساتھ لگایا جاتا ہوں
آنکھوں میں سجایا جاتا ہوں

ہر لفظ میرا موتی
سچائی کے لئے بنا ہوں

بے شمار دولت ہے مجھ میں
جب قسم کی نوبت آتی ہے

اس طرح پڑھایا جاتا ہوں
پھر ضرورت میری پڑتی ہے

اس طرح سکھایا جاتا ہوں
ہاتھوں میں بھی اٹھایا جاتا ہوں

نعمت ہوں میں اس رب کی
بدی ہے ہر طرف پھیلی ہوئی

جس کا وعدہ ہے میری سلامتی
سننے کو کچھ لوگ راضی نہیں

ہر کسی کی آواز میں
جو سنتا ہے وہ سن لے کیونکہ

ہر مومن کی دعا میں
میں باحرف سمجھایا جاتا ہوں

بنا ہوں ہر حالت کے لئے
یوں میری حقیقت کے دعوے

پریشانی ہو یا کوئی دشواری
پھر بھی بسائے ہیں قانون غیروں کے

آنکھیں کھول کے دیکھو میری طرف
ایسے بھی رسوا ہوتا ہوں

میں تیرے لئے ہی دکھایا جاتا ہوں
ایسے بھی ستایا جاتا ہوں

کہیں ہے انکار کا صلہ
مجھے پڑھتے ہیں لوگ روز مگر

کہیں تو آنکھیں بھی نم ہیں
انکے لئے ہوں جو سمجھیں

خیال رکھنا میرا کہیں بھیگ نہ جاؤں
لفظ تراش کے جام نکالیں

میں پلکوں میں بسایا جاتا ہوں
ویسے تو سب کو پلایا جاتا ہوں

قرأۃ العین

- مکرمہ رضوانہ سلمٰی صاحبہ اہلیہ رانا بشارت احمد صاحب احمدیہ ابوڈ آف پیس کو مورخہ 23 دسمبر 2013 کو خدا تعالیٰ نے پہلے بیٹے سے نوازا ہے۔ نومولود کا نام "نافع رایان" تجویز ہوا ہے۔
- مکرمہ ملیحہ ربانی صاحبہ اہلیہ محمد ہارون صاحب احمدیہ ابوڈ آف پیس کو اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے پہلی بیٹی سے نوازا ہے۔ بچی کا نام "زویا مریم" تجویز ہوا ہے۔
- مکرمہ نمیرہ احمد صاحبہ اہلیہ مکرم مبارک احمد صاحب احمدیہ ابوڈ آف پیس کو یکم مارچ 2013 کو خدا تعالیٰ نے پہلے بیٹے سے نوازا ہے۔ نومولود کا نام "حمدان احمد مجوکہ" تجویز ہوا ہے۔
- مکرمہ نجمہ تحسین صاحبہ اہلیہ وجاہت داؤد صاحب ویسٹن از لنگٹن کو اللہ تعالیٰ نے 25 جولائی 2013 کو پہلے بیٹے سے نوازا ہے۔ بچے کا نام "امیر حمزہ" تجویز ہوا ہے۔
- مکرمہ شاہینہ بشریٰ صاحبہ اہلیہ ڈاکٹر سجاد اختر صاحب احمدیہ ابوڈ آف پیس کو اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے مورخہ 22 جنوری 2014 کو بیٹی سے نوازا ہے۔ بچی کا نام ازراہِ شفقت حضور نے "لبینہ سجاد" تجویز فرمایا ہے۔ بچی تحریک وقفِ نو میں شامل ہے۔

رپورٹ جلسہ سیرۃ النبی بریمپٹن ریجن

(از نعیمہ احمد ھارون صدر بریمپٹن ریجن)

اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے لجنہ اماء اللہ بریمپٹن ریجن کو جلسہ سیرت النبیؐ 2 نومبر 2013 بروز ہفتہ منعقد کروانے کی سعادت حاصل ہوئی۔ لجنہ نے اپنے حلقہ احباب کو جلسہ سیرۃ النبیؐ کے لیے مدعو کیا۔ غیر از جماعت خواتین نے خوشی اور فراخ دلی سے دعوت نامے قبول کرتے ہوئے جلسے میں شرکت کی۔ مجموعی حاضری 362 کے لگ بھگ تھی۔

اس جلسہ کا انعقاد بیت الحمد مسی ساگا میں ہوا۔ ہال کی تزئین و آرائش اِس پُر وقار اور بابرکت محفل کو ذہن میں رکھ کر کی گئی تھی۔ ہال کے باہر راہداری میں حضرت محمدؐ کی سیرت اور زندگی کے بارے میں اور اسلام میں عورت کا مقام کے بارے میں پوسٹر رکھے گئے تھے۔ پروگرام کا آغاز تلاوتِ قرآن کریم سے ہوا۔ پھر حدیث نبویؐ بمعہ ترجمہ پیش کی گئی۔ ابتدائی تعارف کے بعد مقررین نے اپنے خوبصورت لب ولہجے کے ساتھ دنیا کے عظیم ترین انسان اور خواتین کے حقوق کے سب سے بڑے علمبردار کی زندگی کے مختلف پہلوؤں کو اُجاگر کیا۔ سب لوگوں نے پروگرام کو بڑی دلچسپی سے سنا اور دیکھا۔ مختلف تصاویر، ساؤنڈ افکٹس۔ مترنم نظموں اور گرافکس کے باعث تمام شاملینِ جلسہ پر ایک وجدانی کیفیت طاری ہوگئی۔ پروگرام کے اختتام پر غیر از جماعت مہمانوں نے متفرق سوالات پوچھے جیسا کہ اسلام میں عورت کو پردہ کا حکم کیوں دیا گیا؟ اسلام میں عورت کو وارثت میں مرد کے مقابلے پر نصف حصہ کا حق دار کیوں ٹھہرایا گیا ہے؟ اسلام کا دنیا میں امن اور دیگر مذاہب سے رواداری کے بارے میں کیا نقطہ نظر ہے۔ حلال کیا ہے اور حرام کیا ہے؟ وغیرہ ان تمام سوالات کے جوابات صدارتی پینل نے دیئے۔ جو کہ نیشنل صدر لجنہ اماء اللہ کینیڈا محترمہ امتہ النور داؤد صاحبہ۔ نیشنل سیکرٹری تبلیغ محترمہ ناہید کھوکھر صاحبہ۔ نیشنل سیکرٹری تعلیم محترمہ امتہ السلام صاحبہ پر مشتمل تھا۔ اِس پروگرام میں ریجنل عاملہ۔ شعبہ تبلیغ اور M.T.A کی ٹیم نے بے حد تعاون کیا۔ جلسہ کے اختتام پر ریفریشمنٹ دی گئی۔ شاملینِ جلسہ نے پروگرام کی روانی۔ ترتیب۔ پیشکش اور انتظامات کو بے حد سراہا۔ (الحمد اللہ)

بزمِ مشاعرہ: ویسٹن ساؤتھ

از قُدسیہ مقبول صاحبہ

ویسٹن ساؤتھ جماعت نے اللہ کے فضل سے اکتوبر 2013ء کے مہینے میں مشاعرہ کا انعقاد کیا۔ مشاعرہ کے آغاز میں بتایا گیا کہ مشاعروں کے انعقاد کا اصل مقصد اردو زبان کو اور اپنی ثقافت کو زندہ رکھنا ہے اور یہ کہ ہمارے پیارے آقا حضرت مسیح موعودؑ کی زبان بھی اردو ہی ہے۔ ہمارے پیارے خلفاء نے بھی شاعری کی زبان میں ہمیں بہت سی نصائح کی ہیں۔ مشاعرے کا آغاز تلاوت قرآن کریم سے ہوا۔ اس مشاعرے کے تین حصے تھے پہلا حصہ سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں تھا اور یہی مشاعرے کا عنوان تھا۔ اس عنوان کو رکھنے کا بڑا مقصد یہ تھا کہ لوگوں کے دلوں میں پیارے نبیؐ کی محبت مزید اُجاگر کی جائے اور ہم اُن کے اسوۂ حسنہ پر عمل پیرا ہونے والوں میں سے ہوں۔ اس حصے کا آغاز قصیدہ سے ہوا جو حضرت مسیح موعودؑ نے اپنے پیارے آقا حضرت محمد ﷺ کی محبت میں سرشار ہو کر لکھا تھا۔ اس قصیدہ کو خوش الحانی سے پڑھا اور ترجمہ بھی بیان کیا گیا۔ جسکے بعد متفرق نعتیہ کلام پیش کیا گیا۔

دوسرا حصہ جو کہ عام شاعری پر مشتمل تھا اس کا آغاز ایک نظم "وفا" سے ہوا۔ پھر پردہ کی تلقین، خلیفہ وقت کی محبت، پاکستان کی یاد میں، بچپن کی یاد میں، عشقِ خداوندی اور ایک انگریزی کلام In the collection of jewels پیش کیا جس پر دوسرا حصہ مکمل ہوا۔ تیسرا اور آخری حصہ جو مزاحیہ شاعری پر مشتمل تھا اسے سن کر سب بہت محظوظ ہوئے۔ "ماں کی بیٹے کے لیے بہو کی تلاش" و دیگر متفرق نظمیں پیش کی گئیں۔ اس طرح مشاعرے کا اختتام کچھ ہنستے ہنساتے اور کچھ سیکھتے ہوئے ہوا۔ آخر میں محترمہ امتہ الرفیق ظفر صاحبہ نے دعا کروائی۔

محفلِ مشاعرہ: لجنہ ہملٹن ساؤتھ

از شفقت سلطانہ صاحبہ

تھی جس کی آمد آمد وقت آگیا ہے مُشاعرہ نام ہم نے جس کا رکھ لیا ہے

سردیوں کے ٹھنڈے، ٹھنڈے موسم میں۔ ہمارے گرما گرم مشاعرے کا انعقاد 25 جنوری 2014 کو ہماری مسجد بیت النُور میں کیا گیا۔ ہمارے اِس مشاعرے میں 14 مہمان تشریف لائیں اور 50 کے قریب ہماری حاضری تھی

یہاں یہ قاعدہ ہے کام جب کوئی نیا کرنا تو بسم اللہ سے اِس سلسلہ کی ابتدا کرنا

لہٰذا اِس قاعدے کے پیشِ نظر اِس محفلِ مشاعرہ کا آغاز تلاوتِ قرآنِ پاک سے ہوا۔ پھر حمدِ باری تعالیٰ سے اِس محفل کو سجایا گیا سب سے پہلے بطورِ میزبان نصرت سرفراز صاحبہ نے نظم پیش کی۔ اِس کے بعد عمرانہ عالمگیر صاحبہ نے اپنی نظم گھر آنگن، پھر خالدہ صاحبہ نے پنجابی نظم، نصرت سرفراز صاحبہ نے ماں کی جُدائی، ڈے کیئر کی یادیں راحت راحیلہ صاحبہ نے وچھوڑے کا گیت، باسط صاحبہ نے زندگی کے دُکھ اور سُکھ، ناجیہ صاحبہ نے اپنے پیارے خُدا اور رضوانہ خان صاحبہ نے ایک آزاد نظم پیش کی اختتام پر نصرت صاحبہ نے حاضرینِ محفل کا شکریہ ادا کیا اور ریجنل صدر صاحبہ زاہدہ بلوچ صاحبہ نے دُعا کروائی۔ بعد میں کھانے سے مہمانوں کی تواضع کی گئی۔ اللہ تعالیٰ سے دُعا ہے کہ وہ تمام کارکنان جنہوں نے اِس مُشاعرے کیلئے کام کیا اور اِس کو کامیاب بنایا اُنہیں جزائے خیر عطا فرمائے۔ (آمین)

ایک احمدی ڈاکٹر کا اعزاز

محترمہ ڈاکٹر امتہ الشافی صاحبہ

"میرے فرقہ کے لوگ اس قدر علم و معرفت میں کمال حاصل کریں گے کہ اپنی سچائی کے نور اور اپنے دلائل اور نشانوں کے رو سے سب کا منہ بند کر دیں گے۔" (تجلّیاتِ الٰہیہ)

مکرمہ زاہدہ مشتاق صاحبہ احمدیہ ابوڈ آف پیس تحریر کرتی ہیں کہ

اللہ تعالیٰ کے فضل اور خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی دُعاؤں سے محترمہ ڈاکٹر امتہ الشافی صاحبہ واقفہ نو اہلیہ ڈاکٹر کاشف احمد (ایم ڈی) ٹورانٹو کینیڈا کو شادان انسٹی ٹیوٹ آف میڈیکل سائنس حیدر آباد آندھرا پردیش سے (M.B.B.S) کے فائنل امتحان 2011 میں آندھرا پردیش اسٹیٹ میں اوّل پوزیشن آنے پر (N.T.R) یونیورسٹی آف ہیلتھ سائنس کے سالانہ کنونشن منعقدہ 27 اپریل 2013 کو 6 گولڈ میڈلز سے نوازا گیا۔ الحمدللہ۔ ثُمّ الحمدللہ

ڈاکٹر امتہ الشافی صاحبہ اس وقت (USMLE) پارٹ One کا امتحان پاس کر چکی ہیں اور اسکے پارٹ Two کے امتحان کی تیاری کر رہی ہیں۔ ممبراتِ لجنہ سے اُنکے آئندہ آنے والے تمام امتحانات میں نمایاں کامیابی کے ساتھ ڈاکٹر عبدالسلام ایوارڈ کا حقدار بننے۔ نیز دونوں بچوں کو انسانیت اور جماعت کی خدمت کرنے والے بننے کے لئے درخواستِ دُعا ہے۔ آمین۔

آج کی عورت

حرا اسلام-وان ایسٹ

کچھ لوگ اس بات کو ماننے سے قاصر ہیں کہ تاریخ میں انسان جہاں ارتقائی منازل طے کرتا ہوا آگے بڑھ رہا ہے وہیں تاریخ ایک پہیے کی مانند بھی گھوم رہی ہے جو گول گول گھوم کر آگے بڑھنے کے ساتھ ساتھ اپنے محور پر اپنے آپ کو دہراتی بھی ہے۔

اسی قسم کے لوگ یہ خیال کرتے ہیں کہ آج کی عورت ایک عجوبہ ہے۔ نہ پہلے کبھی کسی نے ایسی عورت دیکھی تھی نہ کبھی پہلے عورت نے یہ شکل اختیار کی تھی۔ اور کسی حد تک یہ بات درست بھی ہے۔ آج سے پہلے عورت کے پاس اس قسم کی آزادی میسر نہیں آئی۔ اپنی ذمہ داری سے آزادی اور مردوں کی ذمہ داری اپنانے کا جنون شاید ہی پہلے کبھی اتنے زور سے عورت کے سر پر سوار ہوا تھا۔ مگر اسی کشمکش میں جسے عورت اپنی جیت سمجھ بیٹھی ہے اُسکی ہار بھی ہوئی ہے۔ جہاں مردوں کے شانہ بشانہ ہو کر وہ چاند پر جا پہنچی ہے وہیں اس کے پیروں کے نیچے زمین ہی نہیں رہی۔ اس نے اپنی پہچان نئی طرز پر کروائی ہے۔ اب وہ صرف ماں، بہن، بیٹی کہلانے کے ساتھ ڈاکٹر، انجینیئر، آرکیٹیکٹ وغیرہ کا سابقہ بھی لگانا پسند کرتی ہے۔

مگر سوال یہ ہے کہ اس سب سے کیا حاصل۔ رہے گی تو عورت عورت ہی۔ وہ اپنے فطرتی تقاضوں سے کب تک جنگ کرے گی؟ وہ کب تک اپنے گھر سے باہر اور اولاد سے غافل رہے گی؟ مگر ڈر تو اس بات کا ہے کہ کیا وہ شام سے پہلے گھر لوٹے گی؟ اور جب وہ گھر لوٹے گی تو کیا گھر کی ہر چیز اُسے وہاں ملے گی جہاں وہ چھوڑ کر گئی تھی؟ کیا اسکے بچے جو کل تک اسکے گھر لوٹنے کا انتظار کرتے کرتے سو جاتے تھے آج گھر لوٹیں گے؟

یہ سوال آج کی عورت کو معاشرے سے نہیں بلکہ اپنے آپ سے پوچھنے چاہئیں۔ اس سے پہلے کہ بہت دیر ہو جائے۔

شگفتہ شگفتہ

طاہرہ نسیم۔ ویسٹن از لنگٹن

1. زبان کا وزن بہت ہلکا ہوتا ہے لیکن بہت کم لوگ اسے سنبھال پاتے ہیں۔
2. انسان اپنی غلطیوں کا سب سے بڑا وکیل اور دوسروں کی غلطیوں کا سب سے بڑا جج ہے۔
3. شوہر کا وہ کونسا سنگھ ہے جو ایک بیوی برداشت نہیں کر سکتی..... دوسری شادی کا
4. وہ کونسی آواز ہے جو آج کل ہر عورت سننا پسند کرتی ہے..... بیگم میں نے دال چُن دی ہے... آٹا بھی گوندھ دوں؟؟؟
5. شادی کے موقع پر اکثر موسیقی کا اہتمام کیوں کیا جاتا ہے..... دولہا کو یقین دلانے کے لئے کہ آج خوشی کا دن ہے
6. لڑکیوں کے لئے کونسی ملازمت اچھی ہے..... ٹیچنگ کی..... کیونکہ شادی کے بعد بھی مِس کہلاتی ہیں
7. ایک پروفیسر نے اپارٹمنٹ پہلی منزل سے چوتھی منزل پر تبدیل کیا جہاں لفٹ نہیں تھی تو کتابیں اُٹھا کر لانے والا مزدور چیخ اُٹھا اور بولا: "صاحب، آپ یہاں شفٹ ہونے سے پہلے یہ ساری کتابیں پڑھ لیتے تو مجھے اِتنی مصیبت نہ اُٹھانی پڑتی"..
8. باپ ایک لڑکے سے " تم میری بیٹی سے شادی کرنا چاہتے ہو، کچھ اندازہ ہے تمہیں، میری بیٹی کم از کم کتنے پیسوں میں گزارہ کر سکتی ہے؟

لڑکا: میرے خیال میں 30 ہزار میں

باپ: ہاں یہ مناسب رقم ہے اور میری بیٹی خود بھی 30 ہزار کماتی ہے.....

لڑکا: جی جی میں بھی اُنہی پیسوں کی بات کر رہا ہوں ..

9- ساٹھ سال کے ایک جوڑے سے ایک پری نے ان دونوں کی ایک ایک خواہش پوچھی تو بیوی نے خاوند کے ساتھ پوری دنیا کی سیر کے لئے دو ٹکٹیں مانگیں اور خاوند نے کہا "مجھے اپنے سے تیس سال چھوٹی بیوی چاہئے" پری نے چھڑی گھما کر اُس آدمی کو نوے سال کا بنا دیا....

تتلی

چار اُنگلیوں کا فرق

پیاری بچیو!

آج ہم آپ کو ایک مشہور مغلیہ بادشاہ اور اس کے ایک درباری کا قصہ سنائیں گے۔ جو اپنی ذہانت اور حاضر جوابی کی بناء پر بادشاہ کا خاص وزیر تھا اور دوسرے لوگ اسے پسند نہ کرتے تھے۔ ایک دن جب بادشاہ اپنا دربار لگائے بیٹھا تھا تو اُس نے اپنے ارد گرد بیٹھے لوگوں سے پوچھا "کون ہے جو ایک جھوٹ اور سچ کا فرق صرف تین لفظوں میں بیان کرے" سب لوگ خاموش رہے کیونکہ جواب دینا آسان نہ تھا۔ اُس وزیر نے جواب دینے کے لئے ہاتھ کھڑا کیا اور بولا "چار اُنگلیوں کا" سب حیران ہوئے کہ یہ کیا کہہ رہا ہے، وہ بولا "بادشاہ سلامت! سچ وہ ہے جو آپ اپنی آنکھوں سے دیکھیں اور جو آپ نے دیکھا نہ ہو صرف سنا ہو وہ ہمیشہ سچ نہیں ہوتا بلکہ عین ممکن ہے کہ وہ سراسر جھوٹ ہو" بادشاہ نے کہا یہ تو تم ٹھیک کہہ رہے ہو لیکن یہ "چار انگلیوں کا" جواب کیا ہے؟

وہ وزیر بولا" ایک انسان کی آنکھوں اور کان کے درمیان چار اُنگلیوں کا فاصلہ ہوتا ہے۔ اور یہی فاصلہ جھوٹ اور سچ کا فرق بن جاتا ہے"

بادشاہ اس جواب سے خوش ہوا اور اُسے انعام سے نوازا۔

پیاری بچیو! اب ذرا ان سوالوں کے جواب بے شک اپنی امی جان سے پوچھ کر دیں۔

1۔ اس مغل بادشاہ کا نام کیا تھا؟

2۔ وزیر کا نام بھی بوجھیں؟

3۔ مغل دور کا آغاز کس بادشاہ سے ہوا؟ نام بتائیں

4۔ کہانی سے ہمیں کیا سبق ملتا ہے؟

اقوالِ زرّیں

I. خدا کے نزدیک زیادہ عزت والا وہ ہے جو زیادہ پرہیز گار ہے

II. بہت سے نقصانات انسان کو تب پہنچتے ہیں جب وہ لوگوں سے مشورہ نہیں لیتا

III. سمجھدار وہ ہے جو اپنی زندگی کو غیر ضروری کاموں میں ضائع نہ کرے

IV. دنیا عاقل کی موت پر اور جاہل کی زندگی پر آنسو بہاتی ہے۔

بوجھو تو جانیں

1. کیا آپ پانچ ایسے ملکوں کے نام بتا سکتی ہیں جن کے Capitals کے نام بھی وہی ہیں جو اِن ملکوں کے نام ہیں؟

2. اگر

1112=25

1113=36

1114=47

1115=58

تو

1117=?

3.

اک پری ہے رنگ رنگیلی سی
کچھ سبز سی ہے کچھ نیلی سی
کچھ لال سی ہے کچھ پیلی سی
بارش میں نہا کر آتی ہے
آتی ہے رنگ جماتی ہے
پھر پل بھر میں چھپ جاتی ہے
بوجھو تو اس کا نام ہے کیا
دنیا میں اس کا کام ہے کیا

جوابات بوجھو تو جانیں

1- سنگاپور۔ کویت، برازیل، میکسیکو، پانامہ، لکسمبرگ، گوئٹے مالا..

2۔ 710 (آخری ہندسے کو ویسے ہی لکھا اور پھر سب کو آپس میں جمع کر کے اُس کے بعد لکھ دیا)

3۔ قوسِ قزح

جوابات کہانی

1۔ جلال الدین اکبر۔ 2۔ راجہ بیربل۔ 3۔ ظہیر الدین بابر۔ 4۔ ذہانت ایک خوبی اور نعمت ہے اور ہمیں اپنے دماغ کا استعمال اچھے اور نیک کاموں میں کرنا چاہیئے